مسیح اور مہدیؑ

حضرت محمد رسول اللہؐ کی نظر میں

فہرست عناوین

	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام۔ دیگر انبیاء کے ساتھ	۱
۲	’’تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ کی تفسیر نبویؐ	۳
۳	صحابۂ رسولؐ کا پہلا اجماع	۵
۴	سو سال بعد۔ ایک قیامت	۸
۵	قبر مسیح ناصری علیہ السلام	۱۰
۶	رفع اِلی اللہ کا مفہوم	۱۲
۷	مسیح ناصری اور اُمت محمدیہ میں پیدا ہونے والے مسیح موعود کے جدا حلیے	۱۵
۸	خاص نشانات کا ظہور	۱۹
۹	عالَم اِسلام کے زوال کی پیشگوئی	۲۱
۱۰	فرقہ بندی۔ فرقہ ناجیہ	۲۴
۱۱	دجال کی قوت و شوکت اور اس کی برق رفتار سواریاں	۲۷
۱۲	اسلام کا مسیحا اور قتل دجال و یاجوج و ماجوج	۳۲
۱۳	اُمت محمدیہ کا نجات دہندہ	۳۷
۱۴	مجدد دین اُمت کے بارہ میں پیشگوئی	۳۹
۱۵	ثریا کی بلندی سے ایمان واپس لانے والا مرد فارس	۴۱
۱۶	خلافت علیٰ منہاج النبوت کے متعلق پیشگوئی	۴۴
۱۷	مہدی کی تائید و نصرت واجب ہے	۴۶
۱۸	مثیل ابن مریم	۴۸

صفحہ نمبر	عنوان	
۵۰	عیسیٰ اور مہدی ۔ایک ہی وجود کے دو لقب	۱۹
۵۴	موعود امام ۔ اُمت محمدیہ کا ایک فرد	۲۰
۵۷	چاند اور سورج کی آسمانی گواہی	۲۱
۶۰	مسیح موعود اور امام مہدی کے مشترکہ کام	۲۲
۶۴	غلبۂ حق بَرادیانِ باطلہ	۲۳
۶۴	قیامت سے پہلے دس نشانات	۲۴
۷۳	اہل مشرق کی سعادت مندی	۲۵
۷۵	غلاموں کے آقا کا اظہارِ محبت وشوق	۲۶
۷۷	اہل بیت رسولؐ	۲۷
۸۰	مہدی ۔رسول اللہؐ کا کامل فرمانبردار	۲۸
۸۴	مہدی ۔رسول اللہؐ کی قبر میں	۲۹
۸۷	مسیح موعود کے حج کی پیشگوئی	۳۰
۹۱	سلامِ مصطفیٰؐ بنام مہدی ومسیح	۳۱
۹۴	خلافت راشدہ کے متعلق پیشگوئی	۳۲
۹۶	آخری نبی اور آخری مسجد	۳۳
۹۸	جھوٹے مدعیانِ نبوت کا ظہور	۳۴
۱۰۲	قصر نبوت کی آخری اینٹ	۳۵
۱۰۴	اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے	۳۶
۱۰۶	اُمت محمدیہ میں سلسلۂ وحی والہام	۳۷
۱۰۹	واقعہ معراج کا لطیف کشف	۳۸
۱۱۱	انبیاء کی اجتہادی رائے میں تبدیلی	۳۹
۱۱۳	انبیاء کی بشریت	۴۰

۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام - دیگر انبیاء کے ساتھ

عَنْ مَالِکِ بْنِ صَعْصَعَةَؓ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَھُمْ عَنْ لَیْلَةِ اُسْرِیَ بِہٖ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِیْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِی الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا ...... قَالَ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرِیْلُ حَتّٰی اَتَی السَّمَاءَ الدُّنْیَا ......

فَاِذَا فِیْھَا اٰدَمُ فَقَالَ ھٰذَا اَبُوْکَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰی اَتَی السَّمَاءَ الثَّانِیَةَ ...... اِذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی وَھُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ ھٰذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی وَھُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ ھٰذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی فَسَلِّمْ عَلَیْھِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ...... الخ

(بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب المعراج)

ترجمہ: حضرت مالکؓ بن صعصعہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسراء کی رات کے بارہ میں بتایا کہ مَیں خانہ کعبہ کے کسی حصّہ حطیم یا حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ مجھے جبرائیلؑ لے کر چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان پر آئے وہاں مَیں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ جبریلؑ نے کہا یہ آپ کے باپ آدمؑ ہیں انہیں سلام کہیں مَیں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ پھر ہم اور بلند ہوئے اور دوسرے آسمان پر پہنچے ......تو کیا دیکھتا ہوں کہ یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں خالہ زاد بھائی (موجود ہیں) جبریلؑ نے کہا یہ یحیٰیؑ اور عیسیٰؑ ہیں ان کو سلام کہیں مَیں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا اے نیک بھائی

اور صالح نبی خوش آمدید (اس کے بعد اگلے آسمانوں کی سیر روحانی کا ذکر ہے)

تشریح: بخاری اور مُسلم نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کرتے ہوئے صحیحین میں درج کیا ہے۔ نسائی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا رفع بھی دیگر انبیاء کی طرح ہوا وہ خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر نہیں گئے اور دوسرے انبیاء کی طرح وفات یافتہ ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کے لئے کوئی الگ مقام مقرر ہوتا کیونکہ زندہ اور فوت شدہ الگ الگ مقام پر رہتے ہیں لیکن واقعہ اسراء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو دیگر وفات یافتہ انبیاء کی روحوں کے ساتھ دیکھنا بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی دیگر انبیاء کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ اس رات فوت ہوئے جس رات حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی روح آسمانوں پر اٹھائی گئی یعنی ۲۷ رمضان کی رات۔[۱]

حضرت علامہ ابنِ قیم نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے ساتھ خارق عادت طور پر معراج کا واقعہ پیش آیا۔ جب کہ دیگر انبیاء کی ارواح وفات کے بعد جسم سے جدا ہو کر آسمان کی طرف بلند ہوئیں اور اپنے مقام پر جا ٹھہریں۔[۲]

حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ مَیں معراج کی رات آدم صفی اللہ اور یوسف صدیق اور موسیٰ کلیم اللہ اور ہارون حلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کو آسمانوں میں دیکھا تو ضرور بالضرور ان کی روحیں ہی تھیں۔[۳] پس حدیثِ معراج سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی دیگر انبیائے کرام کی طرح طبعی موت کے بعد روحانی رفع ہوا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی ابدی جنت میں داخل ہو چکے ہیں جہاں سے کبھی نکالے نہیں جائیں گے اور جہاں سے کبھی کوئی واپس آیا نہ آئے گا۔

حوالہ جات

۱؎ الطبقات الکبریٰ از علامہ ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۹ مطبوعہ دار صادر بیروت

۲؎ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد از علامہ ابن قیم جلد اوّل صفحہ ۳۰۲ مطبع نظام کانپور

۳؎ کشف المحجوب صفحہ ۳۱۷ مطبوعہ کشمیری بازار لاہور

۲

’’تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ کی تفسیرِ نبویؐ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ...... اِنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِیْ یُؤْخَذُ بِہِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِیْ اَصْحَابِیْ:

فَیَقُوْلُ: اِنَّھُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ (عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ): وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ...... الخ

(بخاری کتاب الانبیاء و کتاب التفسیر سورۃ مائدہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یومِ حشر کا ذکر کرتے ہوئے) فرمایا کہ میرے صحابہؓ میں سے کچھ لوگوں کو بائیں طرف لے جایا جائے گا تب مَیں کہوں گا میرے صحابہ میرے صحابہ! تو اللہ فرمائے گا کہ جب تو ان سے جدا ہوا تو یہ اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے تب مَیں وہی جواب دوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰؑ) نے دیا تھا کہ یا رب! مَیں تو ان پر صرف اس وقت تک نگران تھا جب تک ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے وفات دے دی پھر صرف تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

تشریح: امام بخاری اور مسلم نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کرتے ہوئے اسے صحیحین میں درج کیا۔ ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

امام بخاری یہ حدیث کتاب التفسیر میں اس لئے لے کر آئے تا واضح ہو کہ مائدہ آیت ۱۱۷ میں الفاظِ قرآن ’’تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبعی موت بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ سورۃ مائدہ آیت: ۱۱۷ میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بروز حشر جب اللہ تعالیٰ

پوچھے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ میری اور میری ماں کی عبادت کرو تو وہ جواب میں عرض کریں گے کہ میں ایسی ناحق بات کی تعلیم کیسے دے سکتا تھا اور اگر مَیں نے ایسا کیا ہوتا تو اے عالم الغیب خدا! تجھے اس کا علم ہوتا۔ مَیں نے تو انہیں صرف وہی تعلیم دی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اپنے رب کی پرستش کرو اور مَیں ان پر صرف اس وقت تک نگران تھا جب تک ان میں موجود رہا، **جب تو نے مجھے وفات دے دی پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔**

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو زمانوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک وہ زمانہ جس میں آپ اپنی قوم کی نگرانی فرماتے رہے۔ دوسرا دور ''توفّی'' (یعنی آپ کی وفات کے بعد) جس میں آپ نے اپنی نگرانی کا انکار کرتے ہوئے صرف اور صرف خدا کو نگران قرار دیا۔ بعض لوگ توفّی کے معنی موت کی بجائے پورا پورا لینے اور جسم سمیت آسمان پر اٹھانے کے کرتے ہیں یہ حدیث ان معانی کو ردّ کرتی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بعینہٖ یہی فقرہ اپنی ذات کے لئے استعمال فرما کر توفّی کے معنی موت کر دئے ہیں۔ چنانچہ اس کی مزید تائید امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی کی ہے کہ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ[۱] کے معنی مُمِيتُكَ ہیں یعنی اے عیسیٰ میں تجھے موت دینے والا ہوں۔[۲] پس جو معنی توفّی کے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں وہی معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوں گے۔ اگر توفّی کے اس کے برعکس کوئی معنی ہوتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ متنازعہ لفظ استعمال ہی نہ فرماتے اور یوں بھی دو الگ الگ اشخاص جب کوئی خاص لفظ استعمال کریں تو لغت تو تبدیل نہیں ہو جایا کرتی کہ ایک ہی لفظ کے متضاد معنی مراد لئے جائیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے توفّی کے معنی جسم سمیت زندہ آسمان پر جانا ہو جب کہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس سے مراد وفات پا کر زیر زمین دفن ہونا لیا جائے۔ پس قرآن شریف کی اس آیت کے بیان فرمودہ تفسیری نبویؐ سے صاف واضح ہوتا ہے کہ توفّی کا لفظ اس جگہ موت کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ظاہر و باہر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آل عمران:۵۶

۲۔ بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدہ باب ما جعل اللہ من بحیرۃ

۳

صحابۂ رسولؐ کا پہلا اجماع

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ يَاعُمَرُ فَاَبٰى عُمَرُ اَنْ يَّجْلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًاؐ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَاِنَّ اللهَ حَيٌّ لَايَمُوْتُ قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل ...... اِلَى الشَّاكِرِيْنَ۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النّبی و وفاتهٗ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ (رسول اللہ کی وفات کے موقع پر) تشریف لائے اور حضرت عمرؓ لوگوں سے مخاطب تھے۔ آپ نے فرمایا: اے عمر بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ تو نہیں بیٹھے مگر لوگ انہیں چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اَمَّـا بَـعْـد ! (اے لوگو!) تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یقین کر لے کہ اللہ زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں آپ سے پہلے تمام رسول وفات پا گئے۔ پس اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے وہ ہرگز اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر کرنے والوں کو ضرور جزا دے گا۔

تشریح: امام بخاری نے یہ حدیث اپنی صحیح میں بیان کر کے اس کی صحت قبول کی ہے نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ کی وفات سے سخت صدمہ گزرا تھا اور اسی صدمہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے بعض منافقوں کے کلمات سن کر فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے۔ پس چونکہ یہ خیال غلط تھا اس لئے اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر سے چادر اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ تو زندہ اور میّت ہونے کی حالت میں پاک ہے۔ خدا تعالیٰ ہرگز تیرے پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا مگر پہلی موت۔ اس قول سے یہی مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں واپس نہیں آئیں گے اور پھر حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد نبویؐ میں جمع کیا اور منبر پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ۔[١] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف نبی ہیں اور پہلے اس سے سب نبی فوت ہو چکے ہیں پس کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم لوگ دین چھوڑ دو گے۔[٢] یہ پہلا اجماع تھا جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ کل نبی فوت ہو چکے ہیں جن میں حضرت عیسیٰؑ بھی داخل ہیں اور یہ کہنا کہ خَلَتْ کے معنوں میں زندہ آسمان پر جانا بھی داخل ہے یہ سراسر ہٹ دھرمی ہے کیونکہ عرب کی تمام لغت دیکھنے سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ زندہ آسمان پر جانے کے لئے بھی خَلَتْ کا لفظ آ سکتا ہے۔ مزید برآں اس جگہ اللہ تعالیٰ نے خَلَتْ کے معنی دوسرے فقرہ میں خود بیان فرما دئے ہیں۔ کیونکہ فرمایا اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ پس خَلَتْ کے معنے دو صورتوں میں محدود کر دئے۔ ایک یہ کہ طبعی موت مرنا دوسرے قتل کئے جانا اگر اس کے علاوہ کوئی معنے ہوتے تو تشریح یوں ہونی چاہئے تھی اَفَائِنْ مَّا تَ اَوْ قُتِلَ اَوْ رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ مَعَ جَسَدِهِ الْعُنْصَرِيِّ یعنی اگر مر جائے یا قتل کیا جائے یا مع جسم آسمان پر اٹھا دیا جائے ورنہ یہ تو بلاغت کے برخلاف ہے کہ جس قدر معنوں پر خَلَتْ کا لفظ بقول مخالفین مشتمل تھا ان میں سے صرف دو معنے لئے اور تیسرے کا ذکر تک نہ کیا اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے حضرت ابو بکرؓ کا اس خطبہ سے اصل مطلب یہی تھا کہ دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہیں آئیں گے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دیتے وقت حضرت ابو بکرؓ نے اس کی تصریح بھی کر دی تھی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ کسی طرح حضرت عیسیٰؑ دنیا میں نہیں آ سکتے۔ گو بفرض محال زندہ ہوں ورنہ غرض استدلال باطل ہو جائے

گی اور یہ صحابہؓ کا اجماع وہ چیز ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ ۳

حوالہ جات

۱؎ آل عمران: ۱۴۵
۲؎ بخاری کتاب المناقب باب فضل ابی بکر
۳؎ ملخص از ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۷۵ حاشیہ

۴

سَو سال بعد - ایک قیامت

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ ذٰلِکَ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِشَھْرٍ اَوْنَحْوِ ذٰلِکَ: مَامِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَۃٍ اَلْیَوْمَ تَاْتِیْ عَلَیْھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ وَھِیَ حَیَّۃٌ یَوْمَئِذٍ۔

(بخاری کتاب العلم، مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب قولہٗ لا یأتی مِائۃُ سنۃٍ ...... الخ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قریباً ایک ماہ قبل یہ الفاظ فرمائے کہ کوئی بھی ذی روح جو آج زندہ ہے اور سانس لے رہا ہے سو سال بعد وہ زندہ نہیں ہوگا یعنی اس پر فنا آ جائے گی۔

تشریح: اسی مضمون کی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے کہ سو سال بعد روئے زمین پر کوئی ذی روح باقی نہ رہے گا۔ دراصل یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی کہ بڑی قیامت یعنی روز حشر کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے مگر میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک قیامت تو سو سال بعد بھی ظاہر ہوگی۔ علماء سلف نے اسے وسطی قیامت کا نام دیا ہے۔ گویا اس ارشاد نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہر شخص کی موت ایک فردی قیامت ہوتی ہے۔ اسی طرح اس قوم یا قرن کی قیامت ہوگی اور سو سال بعد روئے زمین پر کوئی ذی نفس باقی نہ رہے گا۔ اس جگہ زمین کا لفظ استعمال کرنے سے مراد زمینی مخلوقات ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات میں داخل ہیں۔ پس اگر بفرض محال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت حضرت عیسیٰؑ زندہ بھی تھے تو سو سال بعد یقیناً وفات پا گئے۔ [1] اس لئے ان پر طوعاً یا کرھاً اِنّا للّٰہ پڑھنا ہی پڑے گا۔ بعض اکابر علمائے امت نے اسی حدیث سے حضرت خضرؑ کی وفات کا بھی استدلال کیا ہے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں زندہ تھے تو اس حدیث کی رو سے وفات پا گئے۔[۲]

قائلین حیات مسیح نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت خضرؑ کو بھی اس حدیث سے بغیر کسی دلیل کے مستثنیٰ قرار دیا ہے، مگر جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ بات بیان فرمائی کہ اس وقت موجود لوگوں میں سے کوئی ذی روح سو سال بعد باقی نہ رہے گا ایسی قطعی پیشگوئی وحی الٰہی کے بغیر ناممکن ہے اور ایسی قسمیہ تاکید میں کسی تاویل یا استثناء کی گنجائش بھی محال ہے۔ ورنہ قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ پس اس حدیث کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سو سال بعد کسی بھی سابقہ نبی کے زندہ موجود رہنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔[۳]

حوالہ جات

۱۔ ملخص از ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۴ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۳۷

۲۔ مظاہر الحق شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۴ صفحہ ۳۸۱۔ ادارہ نشریات اسلام لاہور

۳۔ ملخص از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۴ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۹۲

۵

قبرِ مسیح ناصری علیہ السلام

عَنْ عَائِشَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسْجِدًا۔[1]

(بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتّخاذ المسجد علی القبور)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی فرمایا تھا کہ خدا کی لعنت ہو ان یہودیوں اور عیسائیوں پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

تشریح: بخاری اور مسلم نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کرتے ہوئے اپنی کتب میں درج کیا۔ نسائی میں بھی یہ روایت ہے۔

اس حدیث میں جو یہود و نصاریٰ کی اپنے نبیوں کی قبروں کی پرستش کا ذکر ہے عیسائیوں پر ایک زبردست حجت ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے دوسرے نبیوں کی قبروں کی ہرگز پرستش نہیں کرتے بلکہ تمام انبیاء کو گنہگار خیال کرتے ہیں۔ ہاں ملک شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ قبر عیسیٰؑ کی ہی قبر ہے جس میں وہ صلیب سے اتارے جانے کے بعد زخمی حالت میں رکھے گئے تھے اور اگر اس قبر کو حضرت عیسیٰؑ کی قبر سے کچھ تعلق نہیں تو پھر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صادق نہیں ٹھہرے گا اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آنحضرت ﷺ اسی مصنوعی قبر کو قبر نبی قرار دیں جو محض جعلسازی کے طور پر بنائی گئی ہو۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان سے بعید ہے کہ جھوٹ کو واقعات صحیحہ کے محل پر استعمال کریں۔ پس اگر حدیث میں نصاریٰ کی

قبر پرستی کے ذکر میں اس قبر کی طرف اشارہ نہیں تو اس قبر کا پتہ بتادیں جو کسی اور نبی کی کوئی قبر ہے اور اس کی عیسائی پرستش کرتے ہیں اور یا اس بات کو قبول کریں کہ ملک شام میں جو حضرت عیسیٰ ؑ کی قبر ہے جس پر ہر سال بہت سا ہجوم عیسائیوں کا ہوتا ہے اور سجدے کئے جاتے ہیں وہ درحقیقت وہی قبر ہے جس میں حضرت مسیح ؑ مجروح ہونے کی حالت میں داخل کئے گئے تھے۔ پس اگر یہ وہی قبر ہے تو خود سوچ لیں کہ اس کے مقابل پر وہ عقیدہ کہ حضرت مسیح ؑ صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ چھت کی راہ سے آسمان پر پہنچائے گئے کس قدر لغو اور خلاف واقعہ ٹھہرے گا۔ خود حضرت عیسیٰ ؑ نے آپ بھی فرما دیا کہ میں قبر میں ایسا ہی داخل ہوں گا جیسا کہ یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوا تھا...... نبی کی مثال غیر مطابق نہیں ہوسکتی سو وہ بلا شبہ قبر میں زندہ ہی داخل کئے گئے اور یہ مکر اللہ (یعنی اللہ کی تدبیر) تھی تا یہود ان کو مردہ سمجھ لیں اور اس طرح وہ اس کے ہاتھ سے نجات پاویں۔[۱] اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ چنانچہ صلیب سے نجات پا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کشمیر کی طرف ہجرت فرمائی اور ۱۲۰ سال کی عمر پا کر سری نگر محلّہ خانیار میں دفن ہوئے۔

حوالہ جات

۱؎ ملخص از ست بچن حاشیہ در حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۹، ۳۱۰

۶

رَفع اِلی اللہ کا مفہوم

عَـنْ اَبِـیْ هُرَیْرَةَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَازَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

(مسلم کتاب البرو الصّلٰوۃ باب استحباب العفوو التواضع)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ عفو کے نتیجہ میں بندے کو عزت میں ہی بڑھاتا ہے اور کوئی بھی شخص خدا کی خاطر تواضع اور انکسار اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اسے رفعت عطا فرماتا ہے۔

تشریح: امام مسلم نے یہ حدیث اپنی صحیح میں درج کر کے اس کی صحت کو قبول کیا۔ ترمذی اور موطّا کے لئے آتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے رفع الی اللہ کا یہی مطلب ہے کہ یہود حضرت عیسیٰؑ کو قتل کر کے ملعون اور ذلیل ثابت نہیں کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا روحانی رفع فرمایا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے وعدہ تھا تَـوَفِّیْ یعنی طبعی موت کے بعد آپ کا روحانی رفع ہوا۔ (آل عمران:۵۶) جیسا کہ علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں مصری علماء شیخ محمد عبدہ اور مصطفیٰ مراغی نے اپنی تفاسیر اور شیعہ عالم علامہ قمی نے اکمال الدّین میں تسلیم کیا ہے۔ لغتِ عرب سے بھی ''رفع'' کے یہی معنی ثابت ہیں کہ یہ لفظ ذلیل کرنے اور نیچے گرانے کے بالمقابل ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت رافع کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ عام مومنوں کو سعادتیں عطا کر کے اور اپنے اولیاء کو قرب بخش کر رفع کرتا ہے۔

(لسان العرب زیر لفظ رفع)

چنانچہ احادیث میں یہ لفظ ان معنی میں کثرت سے استعمال ہوا ہے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان پر رفع

عطا کرتا ہے۔[۱]

بعض روایات میں بِالسِّلْسِلَۃِ کا لفظ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک زنجیر کے ذریعہ یعنی درجہ بدرجہ اس شخص کا رفع فرماتا ہے۔[۲] ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک درجہ عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ رفع کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو عِلِّیِّیْنَ (بلند مقام) میں پہنچا دیتا ہے اور جو شخص ایک درجہ تکبر کرے اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ ذیل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو اسفل السافلین میں پہنچا دیتا ہے۔[۳]

شیعہ لٹریچر میں بھی نہ صرف یہ روایت موجود ہے بلکہ اس سلسلہ میں بعض اور لطیف روایات بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ہجرت حبشہ کے زمانہ میں حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی شاہ حبشہ کو زمین پر بیٹھے دیکھا تو اس کا سبب پوچھا، نجاشی نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وحی میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی تھی کہ اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ جب وہ خدا تعالیٰ کی نعمت پائیں تو اس کے لئے تواضع اختیار کریں اس لئے میں اپنی فتح کے بعد اس عاجزی کا اظہار کر رہا ہوں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نجاشی کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تواضع انسان کو رفعت عطا کرتی ہے۔ پس تم بھی عاجزی اختیار کرو اللہ تعالیٰ تمہارا رفع کرے گا۔[۴]

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تواضع کی انتہائی حالت سجدہ کے بعد قعدہ میں جو دعا بین السجدتین پڑھتے تھے اس میں وَارْفَعْنِیْ کے الفاظ بھی شامل تھے۔[۵] یعنی اے اللہ میرا رفع کر۔ اگر رفع کے معنی جسمانی طور پر آسمان پر جانے کے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول نہیں ہوئی جب کہ قائلین حیات مسیح کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی تکذیب کی شکایت اور دعا کے نتیجہ میں انہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا۔[۶]

صحیح بخاری میں آیت قرآنی کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ (الرحمٰن: ۳۰) کہ ہر روز خدا کی نئی شان ظاہر ہوتی ہے کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر روز اللہ تعالیٰ کئی قوموں کا رفع کرتا ہے اور کئی قوموں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ پس رفع کے معنی درجات کی بلندی اور رفعت روحانی کے ہیں اور انہی معانی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی روحانی رفع ہوا۔ حضرت علامہ ابن عربی نے آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”رفعِ عیسیٰ سے مراد ان کی روح کا عالم سفلی سے جدا ہو کر عالم علوی میں مقام قرب حاصل کرنا ہے“۔[۸]

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کے بارہ میں اگر کوئی روایت ہے تو وہ قرآن اور احادیث صحیحہ سے مخالف ہونے کے باعث وضعی ٹھہرے گی۔ جب کہ خود موحّد عیسائیوں سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا عقیدہ ثابت ہے۔[۹]

اور موجودہ عقیدہ حیاتِ مسیح بعد کے بگڑے ہوئے عیسائیوں کی پیداوار ہے جیسا کہ علامہ ابن قیم، علامہ زرقانی، نواب صدیق حسن خان، مولانا ابوالکلام آزاد، علّامہ عبیداللہ سندھی، سرسید احمد خاں اور غلام احمد پرویز نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو بعد کی مسیحی اختراع قرار دیا جسے قرونِ وسطیٰ کے مسلمان علماء نے سادگی اور غلط فہمی سے قبول کرلیا۔

حوالہ جات

۱۔ کنزالعمال از علامہ علاء الدین علی متقی جز۳ صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ مؤسۃ الرسالہ

۲۔ کنزل العمال جلد۲ صفحہ ۲۶ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن

۳۔ مسند احمد بن حنبل جلد۳ صفحہ ۶۷ دارالفکر العربی

۴۔ الصافی شرح اصول الکافی صفحہ ۲۰-۲۲۱ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ

۵۔ ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب مایقول بین السجدتین

۶۔ (i) تفسیر جامع البیان از علامہ محمد بن جریر طبری جلد۳ صفحہ ۲۹۰ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

(ii) بحارالانوار جلد۱۶ صفحہ ۱۴۴ مؤسۃ الوفاء بیروت لبنان

۷۔ بخاری کتاب التفسیر سورۃ الرحمٰن

۸۔ تفسیر القرآن الکریم از علامہ ابن عربی جلد اوّل صفحہ ۲۹۶ دارالاندلس بیروت

۹۔ (i) دلائل النبوۃ از علامہ ابوبکر بیہقی (متوفی: ۴۵۸ھ) جز اوّل صفحہ ۴۳۸ لجنہ احیاء امہات کتب السنّہ ۱۹۷۰ء

(ii) اسباب النزول از علامہ واحدی (متوفی: ۴۶۸ھ) صفحہ ۶۱ دارالفکر۔ بیروت

۷

مسیح ناصری اور اُمّتِ محمدیہ میں پیدا ہونے والے مسیح موعود کے جُدا حُلیے

(ا) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: رَأَیْتُ عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَ اِبْرَاھِیْمَ ، فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ.

(بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم)

(ب) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِی اللَّیْلَةَ عِنْدَ الْکَعْبَةِ فَرَاَیْتُ رَجُلًا اٰدَمَ کَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مِنْ اُدمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ کَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِیَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّکِئًا عَلٰی رَجُلَیْنِ ...... یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ ھٰذَا فَقِیْلَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ وَاِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَنَّھَا عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ فَسَاَلْتُ مَنْ ھٰذَا فَقِیْلَ الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ. (بخاری کتاب اللباس باب الجعد)

ترجمہ: (ا) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰؑ ،موسیٰؑ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔عیسیٰ (کا حلیہ یہ تھا کہ وہ) سرخ رنگ کے گھنگریالے بال اور چوڑے سینہ والے تھے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات

رؤیا میں خانہ کعبہ کے پاس میں نے گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جو گندم گوں لوگوں میں حسین ترین نظر آنے والا تھا اور اس کے لمبے بال بھی جن کی کنگی کی ہوئی تھی لمبے بال والوں میں نہایت خوبصورت نظر آتے تھے اس کے بالوں سے پانی ٹپکتا تھا اور اس نے دو آدمیوں کا سہارا لیا ہوا تھا اور خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ عیسیٰؑ بن مریم ہے۔ پھر ناگہاں ایک اور شخص پر نظر پڑی جس کے گھنگھریالے بال، دائیں آنکھ سے کانا ایسے کہ وہ انگور کی طرح ابھری ہوئی آنکھ نظر آتی تھی میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیحِ دجّال ہے (یعنی سفر و سیاحت کرنے والا دجّال)۔

تشریح: مذکورہ بالا دونوں احادیث امام بخاری نے اور دوسری امام مسلم نے اپنی کتب میں درج کر کے ان کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔

ان دونوں احادیث میں آنے والے مسیح موعودؑ اور بنی اسرائیل کے اصل مسیح ابن مریم کے الگ الگ حلیے صاف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ دو جُدا اشخاص ہیں۔ عیسیٰؑ ابن مریم کا حلیہ قوم بنی اسرائیل کے موافق سرخ رنگ اور گھنگھریالے بال اور آنے والے مسیح کا رنگ گندمی اور سیدھے بال بیان ہوا ہے وہی موعود مہدی جس نے امّت محمدیہ میں سے مثیلِ مسیح کے مقام پر فائز ہو کر عیسائی اور دجالی قوموں سے مقابلہ کرنا تھا جیسا کہ رؤیا کے دوسرے حصہ میں مذکور ہے کہ اس مسیح موعودؑ اور دجال کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا حالانکہ دجال کے بارہ میں حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ وہ مکّہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔[١] پس اس رؤیا کی تعبیر جیسا کہ علماء سلف نے کی ہے یہی ہے کہ دجّال خانہ کعبہ کو نقب لگانے کے لئے چوروں کی طرح اس کے گرد چکر لگائے گا یعنی مذہب اسلام کی تباہی و بربادی کے درپے ہوگا جب کہ مسیح موعودؑ کے خانہ کعبہ کے طواف سے مراد اسلام کی حفاظت اور خدمت کے لئے اس کی مساعیٔ جمیلہ ہیں۔[٢] اور دو آدمیوں کا سہارا لینے سے مراد یہ ہے کہ دائیں بائیں انصار اور حواری اس کی مدد کے لئے کمربستہ ہوں گے۔

الغرض دونوں مسیح کے جدا جدا حلیوں سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت مسیح عیسیٰؑ بن مریم سرخ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والے جن کو دیگر انبیاء موسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے دیکھا ان کا انجام انہی انبیاء جیسا ہوا یعنی طبعی موت اور آنے والا موعود مسیح گندمی رنگ سیدھے بالوں والا امت محمدیہ کا ہی امام مہدی ہے جس نے دجّال یعنی عیسائی پادریوں کا دلائل کے

میدان میں مقابلہ کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسیح اور مہدی کا ایک ہی حلیہ حدیثوں میں آیا ہے اور مہدی کا رنگ بھی مسیح کی طرح گندمی بیان کیا گیا ہے۔[۳]

شیعہ روایات میں بھی امام مہدی کا یہی حلیہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ میانہ قامت اور حسین ہوں گے۔ ان کے لمبے بال کندھوں پر گریں گے اور چہرہ کا نور سر اور داڑھی کے سیاہ بالوں میں خوب روشن ہوگا۔[۴]

دیگر علامات میں یہ ذکر ہے کہ مہدی کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی۔[۵]

یہ تمام علامات حضرت مرزا صاحب میں ظاہری طور پر بھی بدرجہ اتم موجود تھیں۔ چنانچہ آپ کو نہایت قریب سے دیکھنے والے اور گھر کے فرد حضرت میر محمد اسماعیل صاحب نے آپ کا حلیہ یوں بیان کیا ہے۔

> ''آپ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک نورانیت اور سرخی جھلک مارتی تھی ...... آپ کے سر کے بال نہایت سیدھے چکنے اور چمکدار اور نرم تھے ...... گردن تک لمبے تھے جیسے عام طور پر پٹے رکھے جاتے ہیں ...... ناک ...... نہایت خوبصورت اور بلند بالا تھی پتلی سیدھی اونچی اور موزوں۔ پیشانی مبارک آپ کی سیدھی اور بلند چوڑی تھی''۔[۶]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مہدی کی روشن پیشانی اور اونچی ناک کی نشانی سے ظاہری علامت کے علاوہ ایک باطنی حقیقت بھی مراد لی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی پیشانی میں ایک نور صدق رکھ دے گا جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گا اور اس کا رعب اور عظمت مخالفوں کے دلوں میں رکھ دے گا اور یہ دونوں علامتیں مہدی موعود میں نہایت قوت سے نمایاں طور پر پائی جائیں گی۔[۷]

راقم الحروف کے دادا حضرت مولوی غلام رسول صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے کہ خدا رحمت کرے محمد بن اسماعیل بخاری پر اگر وہ میرا حلیہ مسیح ناصری کے حلیہ سے جدا بیان نہ کرتے تو مجھ کو محدثین کب مانتے تھے۔[۸]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

موعودم و بحُلیۂ ماثور آمدم
عیسیٰ کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

حوالہ جات

۱۔ بخاری فضائل المدینہ باب لا یدخل الدجال المدینہ

۲۔ مظاہر الحق شرح مشکوۃ المصابیح جلد۴ صفحہ ۳۵۹ عالمگیر پریس لاہور

۳۔ الفتاویٰ الحدیثیہ جلد۲ صفحہ ۱۴۷۔ از علامہ ابن حجر الہیثمی مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی

۴۔ عقد الدرر فی اخبار المنتظر صفحہ ۴۱۔ از علامہ یوسف بن یحی المقدسی الشافعی (ساتویں صدی)
طبع اوّل ۱۹۷۹ء

۵۔ ابوداؤد کتاب المہدی حدیث نمبر ۷

۶۔ سیرۃ المہدی جلد دوم صفحہ ۱۲۲ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

۷۔ ملخص از کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۲۶۸ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۷

۸۔ اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۲۱۷ مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے

۸

خاص نشانات کا ظہور

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ۔

(سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب الأیات)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاص نشانات و علامات کا ظہور دو سو سال بعد ہوگا۔

تشریح: امام حاکم نے یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دی ہے۔[1] جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو سال بعد خاص نشانات کے ظاہر ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر چونکہ پہلی دو ہجری صدیوں کے بعد ایسے خاص واقعات کے رونما ہونے کا سلسلہ نظر نہیں آتا جسے اس حدیث پر چسپاں کیا جا سکے۔ غالباً اسی لئے حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ بھی امکان ہے کہ اَلْمِئَتَیْن کے لفظ میں ''ال'' کی تخصیص سے مراد ہزار سال بعد دو سو سال ہوں (گویا بارہ سو سال بعد خاص نشانات کا ظہور ہوگا) اور یہ زمانہ ظہور مسیح و مہدی اور دجال کا ہے۔[2]

حضرت ملا علی قاری کی اس بات کی تائید بعض اور روایات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کی نازک حالت اور بگاڑ کے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

> ''وہ نشان یکے بعد دیگرے اس طرح مسلسل ظاہر ہوں گے جیسے موتیوں کی مالا ٹوٹ جائے تو ایک کے بعد دوسرا موتی گرتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح آخری زمانہ میں نشانات کے ظہور کا ایک سلسلہ ہوگا''۔[3]

یہ نشانات حیرت انگیز طور پر تیرہویں صدی ہجری میں پورے ہوئے۔

جن میں صلیب کا غلبہ اور مغرب سے علم کے سورج کا طلوع ہونا، تیز رفتار جدید سواریوں کی ایجاد اور اونٹوں وغیرہ کی سواری کا متروک ہو جانا، مسلمانوں کا زوال اور پستی، عالمی جنگیں۔ کثرت زلازل، قحط، طاعون، دمدار ستارہ اور رمضان میں چاند سورج گرہن کے نشانات شامل ہیں۔

ایک اور حدیث میں مہدی کا زمانہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ:-

''جب ایک ہزار دوسو چالیس سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مہدی کو ظاہر کرے گا''۔[۴]

رسول اللہؐ کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق پے در پے ان نشانات کے ظہور کا جو یکجائی منظر بارہ سو سال بعد تیرہویں صدی میں نظر آتا ہے اس کا عُشر عشیر بھی آپ کے دوسو سال بعد کے زمانہ میں دکھائی نہیں دیتا۔ ان زبردست واقعاتی شہادتوں اور نشانات کے جلو میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۰ھ میں الہام الٰہی سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مجدد وقت اور مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اس حدیث ''دوسو سال بعد خاص نشانات'' پر توجہ کے نتیجہ میں آپ پر کھولا گیا کہ اس حدیث کا ایک منشا یہ ہے کہ تیرہویں صدی کے اواخر میں مسیح موعودؑ کا ظہور ہو گا اور کشفی طور پر آپ پر ظاہر کیا گیا کہ آپ کے نام غلام احمد قادیانی کے اعداد حروف پورے تیرہ سو بنتے ہیں اور اس وقت تمام دنیا میں اس نام کا اور کوئی شخص موجود نہیں اور توجہ دلائی گئی کہ یہی مسیح ہے کہ جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا جس کی پہلے سے یہی تاریخ نام میں مقرر کر دی گئی تھی۔[۵]

حوالہ جات

۱۔ مستدرک حاکم جلد۴ صفحہ ۴۲۸ مکتبہ النصر الحدیثیہ ریاض

۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ مکتبہ میمنیہ مصر

۳۔ ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی حلول المسخ والخسف

۴۔ النجم الثاقب جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۰۹ مطبع احمدی پٹنہ مغلپورہ بحوالہ ابن ابی شیبہ

۵۔ ملخص از ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۰

۹

عالمِ اسلام کے زوال کی پیشگوئی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو ؓ بْنِ العَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُھَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا اَوْ أَضَلُّوْا.

(بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو بنی نوع انسان (کے سینوں) سے اچک کر یکدم نہیں اٹھالیتا بلکہ عالم باعمل لوگوں کی موت سے علم اٹھ جاتا ہے۔ حتی کہ کوئی حقیقی عالم باقی نہیں رہتا تو لوگ (بے عمل) جاہلوں کو سردار بنا لیتے ہیں ان سے جب کوئی بات پوچھی جاتی ہے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ (وتباہ) کرتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث صحاح ستہ کے تمام مؤلّفین نے روایت کی ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔[۱]

اس حدیث میں مذہبی قوموں کے زوال کا ایک اہم سبب بتایا گیا ہے کہ مرورِ زمانہ سے علم وعمل کی حفاظت نہ کرنے کے نتیجے میں وہ بتدریج رُوبتنزّل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پہلی تین صدیوں کو خیر القرون قرار دیا اور فرمایا کہ اس کے بعد خرابیاں پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔[۲] اس کے بعد فیج اعوج کے ہزار سالہ دور میں مسلمانوں نے زوال پذیر ہو کر جس انتہائی نازک حالت میں پہنچ جانا تھا اور ان کی دنیوی قیادت اور اقتدار پر بھی بددیانت اور نااہل لوگوں کا قبضہ

ہو جاتا تھا۔ ان کی عملی حالت بگڑ جاتی تھی اور زنا شراب قتل اور مال کی فراوانی کے فتنے عام ہو جانے تھے۔[۳] حتی کہ ان کی دینی و مذہبی قیادت بھی تباہ ہو جاتی تھی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:-

یُوْشِکُ اَنْ یَّاتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَهِیَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰی عُلَمَآءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِ هِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ۔[۴]

یعنی لوگوں پر وہ زمانہ آتا ہے کہ اسلام کا محض نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے محض الفاظ رہ جائیں گے (یعنی عمل جاتا رہے گا) اس زمانہ کے لوگوں کی مساجد بظاہر تو آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی اور ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے ہی فتنہ پیدا ہوگا اور انہیں میں لوٹ جائے گا۔ شیعہ مسلک میں بھی یہ حدیث مسلّم ہے۔[۵]

اس حدیث میں اسلام کی حالت زار کے بارہ میں جو نشانیاں بیان کی گئی تھیں وہ ایک زمانہ سے مِنّ وعَنْ پوری ہو چکی ہیں چنانچہ مسلک اہلحدیث کے علامہ نواب نور الحسن خان ابن نواب صدیق حسن خان نے قریباً ایک صدی قبل ان علامتوں کے پورا ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا تھا:

''جس دن سے اس امت میں یہ فتنے واقع ہوئے پھر یہ امت یہ ملت نہ سنبھلی اس کی غربت اسلام کی کمیابی روز افزوں ہوتی گئی یہاں تک کہ اب اسلام کا صرف نام قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں''۔[۶]

مولانا حالی نے اس حالت زار کا نقشہ یوں کھینچا تھا:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
فقط اسلام کا رہ گیا نام باقی

دین اسلام پر ایسے نازک حالات میں جب امت نے بگڑ کر یہود کا رویہ اختیار کر لینا تھا ایک مسیحا کی خبر دی گئی تھی ہاں اسلام کے خادم ایسے مہدی کی جس نے ایمان کو آسمان کی بلندیوں سے

واپس لا کر دنیا میں قائم کرنا تھا۔ اہلسنت اور شیعہ مسلک کی احادیث اس پر متفق ہیں کہ امام مہدی امت میں ایک لمبے انقطاع کے بعد لوگوں میں اختلاف اور فتنوں کے ظہور کے وقت آئے گا۔[۷]

چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ عین ان حالات میں تشریف لائے اور دعویٰ کیا کہ وہ نام کے مسلمانوں کو حقیقی اور سچا مسلمان بنانے کے لئے آئے ہیں اور الحمد للہ آپ نے یہ وعدہ پورا کر دکھایا اور ایک ایسی پاک جماعت کی بنیاد ڈالی جس کے بارے میں علامہ اقبال جیسے مفکّر کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ

> ''اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اگر کسی جماعت میں موجود ہے تو وہ یہی جماعت احمدیہ ہے''۔[۸]

حوالہ جات

۱۔ عمدۃ القاری شرح بخاری از علامہ بدرالدین عینی جلد ۱ صفحہ ۵۲۸ دارالطباعہ القاہرہ۔

۲۔ بخاری کتاب الشہادات باب لایشہد علی شہادۃ جور۔

۳۔ بخاری کتاب العلم باب رفع العلم وظہور الجہل۔

۴۔ شعب الایمان از امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ جز ثانی صفحہ ۳۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت و مشکوٰۃ کتاب العلم الفروع من الجامع الکافی جلد ۳ صفحہ ۱۴۴ از علامہ ابو جعفر محمد بن کلبی مطبع نولکشور۔

۵۔ بحار الانوار جلد ۵۲ صفحہ ۱۰ مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۹۸۲ء۔

۶۔ اقتراب الساعہ صفحہ ۱۲۔ از نور الحسن خان مطبع سعید المطابع بنارس ۱۳۲۲ھ۔

۷۔ کشف الغُمّہ فی معرفۃ الائمّہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۱، ۲۷۰ تالیف ابو الحسن الاربلی دارالاضواء بیروت۔

۸۔ ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر صفحہ ۱۸۔ ترجمہ انگریزی لیکچر علامہ اقبال ۱۹۱۰ء (علیگڑھ) مترجم مولوی ظفر علی خان مطبوعہ دفتر اخبار رفتار زمانہ میو روڈ لاہور۔

۱۰

فرقہ بندی-فرقہ ناجیہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَ سَبْعِیْنَ اَوِ اثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً وَالنَّصَارٰی مِثْلَ ذٰلِکَ وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً.

(ترمذی ابواب الایمان باب افتراق هٰذہ الامّة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اسی طرح نصاری کا حال ہوا اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

تشریح: یہ حدیث امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے امام ترمذی اور حاکم دونوں نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔[1] بلکہ امام حاکم نے تو اسے مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث پر سنی اور شیعہ دونوں مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔[2]

اس حدیث میں امت محمدیہ کی یہود سے جس گہری مشابہت کا ذکر ہے اس کی تفصیل دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جیسے ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے اس طرح یہ امت یہود (سے مشابہ ہو کران) کے نقش قدم پر چلے گی اور اگر کوئی یہودی بد بخت اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کا مرتکب ہوا تھا تو میری امت میں بھی ضرور ایسا بدقسمت ہوگا۔[3]

لیکن مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں امت کے ایک حصے کا نام یہودی رکھا وہاں بعض افراد کا نام عیسیٰ بھی رکھا۔ اسی طرح ۷۳ فرقوں میں سے ایک فرقہ کے ہدایت یافتہ ہونے کی بھی بشارت دی اور اس فرقہ ناجیہ کی تلاش ہر مسلمان پر واجب ہے جس کی ایک اہم علامت نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ کہ وہ جماعت میرے اور میرے صحابہ کے نمونہ اور نقش قدم پر چلنے والی ہوگی ۔[۴]

ایک اَور حدیث میں بہتّر ہلاک ہونے والے فرقوں کے مقابل پر ناجی فرقہ کی ایک اور نشانی آپ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ متحد جماعت ہوں گے اور ظاہر ہے کہ حقیقی جماعت کا تصور بغیر امام کے نہیں ہوسکتا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آخری زمانہ کے فتنوں کا ذکر فرمایا تو حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ ان حالات میں ہمارے لئے کیا ہدایت ہے۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں کی اس جماعت میں شامل ہونا جس کا ایک امام موجود ہو اور اگر کوئی امام والی جماعت نہ ہو تو تمام فرقوں سے کنارہ کش رہنا خواہ درخت کی جڑیں کھا کر گزارہ کرنا پڑے یہاں تک کہ تجھے موت آجائے ۔[۵]

دوسری روایت میں ہے کہ فرقہ واریت اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے زمانہ میں اگر تم خدا کا کوئی خلیفہ دیکھو تو اس سے چمٹ جانا خواہ تجھے مارا جائے اور تیرا مال لوٹ لیا جائے ۔[۶]

آج ملت اسلامیہ کے تمام فرقے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں اور انتشار کا شکار ہیں لیکن ۱۹۷۴ء میں ان تمام فرقوں نے مل کر متفقہ طور پر جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیّت قرار دیا اور یوں یہ بنیادی علامت جماعت احمدیہ کے حق میں بڑی شان سے پوری کر دی کہ ۷۲ فرقوں نے ہی جماعت احمدیہ کو اپنے سے الگ اور تنہا کر کے ناجی فرقہ ثابت نہیں کیا بلکہ صحابہ والی سب نیک اقدار اور اعلیٰ اخلاق بھی اس فرقہ میں من حیث الجماعت موجود ہیں جس کے غیر بھی معترف ہیں۔ پس آج روئے زمین پر ہر پہلو سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا نمونہ اور اسوہ زندہ کرنے والی ایک ہی جماعت ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر جان و مال اور وقت و عزت کی قربانیاں دے رہی ہے۔ وہی منفرد جماعت جسے آج کلمہ، اذان، تبلیغ، حج وغیرہ سے اسی طرح روکا گیا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ روکے گئے تھے ہاں وہی جماعت آج بیسویں صدی کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی مذہب کے نام پر جبر و تشدّد کا نشانہ بن کر صحابۂ رسولؐ کی طرح صرف مظلوم ہی نہیں بلکہ ان کے صبر و رضا کا شیوہ بھی اختیار کئے ہوئے ہے اور ایک امام کے ہاتھ پر ایسی متحد ہے کہ اس کے اشارے پر اٹھنے اور بیٹھنے والی ہے۔ کیا ایسی جماعت کی نظیر آج کی دنیا میں کہیں پیش کی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد۳ صفحہ ۳۶۷ دار الکتاب العربی۔ بیروت

۲۔ بحار الانوار جلد ۲۸ صفحہ ۳۰، ۳۱ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۹۸۳ء

۳۔ ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ

۴۔ ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ

۵۔ بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام

۶۔ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۳ دار الفکر العربی۔ بیروت

۱۱

دجّال کی قوّت وشوکت اور اس کی بَرق رفتار سواریاں

عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ...... مَا بَعَثَ اللّٰہُ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا اَنْذَرَ اُمَّتَہ ، اَنْذَرَہٗ نُوْحٌ وَّالنَّبِیُّوْنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاِنَّہٗ یَخْرُجُ فِیْکُمْ فَمَا خَفِیَ عَلَیْکُمْ مِنْ شَانِہٖ فَلَیْسَ یَخْفٰی عَلَیْکُمْ ...... اِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ وَ اِنَّہٗ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَنَّ عَیْنَہٗ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ.

(بخاری کتاب المغازی باب حجّة الوداع)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا نوح علیہ السلام اور ان کے بعد نبیوں نے اس سے ڈرایا اور وہ (دجال) تمہارے اندر ضرور ظاہر ہوگا۔ اور اس کی جو حالت و کیفیت اب تم پر مخفی ہے وہ اس وقت کھل جائے گی۔ تمہارا رب یک چشم نہیں ہے اور دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے گویا اس کی آنکھ کا ڈیلا ابھرا ہوا ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا روایت کی صحت کی بناء پر امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں جگہ دی، دجال کے بارہ میں ایسی روایات بخاری کے علاوہ صحیح مسلم، ابو داؤد، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں موجود ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ دجال اپنے ساتھ جنت اور آگ کی مثل یعنی ان سے ملتی جلتی چیز لے کر آئے گا لیکن جسے وہ جنت کہے گا دراصل وہ آگ ہوگی۔ [1]

مغیرہؓ بن شعبہ کی روایت کے مطابق کسی شخص نے ان سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے بارے میں سوال نہیں کئے ہوں گے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے ایک دفعہ مجھے فرمایا تجھے اس سے کیا خطرہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ دجال کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی

کی نہر ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے باوجود اس کی تباہی اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔[۲]

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''ک۔ف۔ر'' لکھا ہو گا۔[۳]

ان احادیث صحیحہ میں دجال کی وہ علامات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں جن کے نظارے مختلف مکاشفات میں آپ کو کروائے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی روایت میں جو ابن عمرؓ سے مروی ہے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر دجال کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کی جو باتیں یا حالتیں اس وقت تم پر مخفی ہیں وہ اس کے ظہور کے بعد از خود کھل جائیں گی اور مخفی نہیں رہیں گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دجال کی علامات کو ظاہر پر محمول کرنے کی بجائے ان استعارات و اشارات کی حقیقت سمجھنی ہو گی۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ظاہری اور باطنی حلیہ تک بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ظاہری حلیہ کے لحاظ سے آپؐ نے دجال کو ایک تنومند نوجوان چوڑے سینے سفید روشن رنگ کی پیشانی اور چھوٹے گھنگھریالے بالوں والا دیکھا۔[۴] اور مغربی اقوام کے یہی خدوخال ہیں جن کے نمائندہ کے طور پر ایک شخص آپ کو دکھایا گیا اور مذکورہ بالا حدیث میں دائیں آنکھ سے کانا ہونے میں دجال کے باطنی حلیہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے کہ اس کی دائیں آنکھ کانی، انگور کی طرح موٹی ابھری ہوئی اور بائیں آنکھ ستارہ کی طرح روشن ہو گی۔[۵] اس سے مراد دراصل دین کی آنکھ سے محرومی اور دنیا کی آنکھ کا تیز ہونا ہے۔ گویا وہ مذہب اور روحانیت سے بے بہرہ ہو گا جب کہ اس کی دنیاوی عقل بہت تیز ہو گی۔ دجال کے مذہبی تشخص اور مشرکانہ عقائد کی طرف اشارہ اس مثال سے ظاہر ہے جو نبی کریمؐ نے اسے خزاعہ قبیلہ کے ایک مُشرک عبدُ العُزّٰی بن قطن سے مشابہ دیکھا اور دجال کی پیشانی پر ''کافر'' لکھا ہونے[۶] سے مراد دجال کے کفریہ عقائد اور اعمال ہیں جو اس کے کفر پر کھلی دلیل ہوں گے۔

حضرت تمیمؓ داری کی مشہور حدیث میں بھی ذکر ہے کہ انہوں نے ایک مغربی جزیرے میں دجّال کو ایک گرجا میں مقیّد دیکھا۔[۷] اس سے بھی ظاہر ہے کہ عیسائی قوم اور ان کے پادری ہی دجّال ہیں۔ جن کا تعلق جزیرہ نما انگلستان سے ہو یا ویٹیکن روم کے گرجے سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

اپنی قوم کے ایک نمائندہ فرد کے طور پر دکھایا گیا۔

ان وضاحتوں سے ظاہر ہے کہ عیسائی پادری اور مغربی اقوام ہی وہ دجّال ہیں جن کے بارہ میں احادیث میں بیان فرمودہ تمام وہ نشان پورے ہو چکے ہیں کہ دجال روٹی اور پانی کے پہاڑ ساتھ لے کر چلے گا اور بڑی تیزی سے دنیا میں پھیلے گا اور ہر طرف فتنہ وفساد اور تباہی پھیلائے گا اور جسے چاہے گا قتل کرے گا اور جسے چاہے گا زندہ کرے گا اور اس کے حکم پر بارش بھی برسے گی اور زمین کھیتی اگائے گی اور اپنے خزانے نکال باہر کرے گی۔[8] جس کا مطلب صرف یہ تھا کہ دجّال اپنی خصوصیات اور کارگزاریوں سے خدا کے کاموں پر ہاتھ ڈالے گا اور کوشش کرے گا کہ بارش برسانا، بارش بند کرنا، پانی بکثرت پیدا کرنا اور پانی خشک کر دینا وغیرہ تمام نظام طبعی پر تصرف تام اور کامل غلبہ اس کے ہاتھ آ جائے۔[9] اور جنت ودوزخ پر دجّال کے اقتدار سے مراد جیسا کہ علاّمہ ابن حجر نے اس کی تشریح کی یہ ہے کہ وہ انعام واکرام اور سزا پر قادر ہوگا جو اس کی اطاعت کرے گا اس پر انعام واکرام کر کے گویا وہ اسے اپنی جنت میں داخل کرے گا جس کے نتیجہ میں وہ لوگ اخروی عذاب کا مورد ٹھہریں گے اور جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس کی دنیا کو جہنم بنا دے گا مگر ایسے لوگ اخروی جنت کے وارث ہوں گے۔[10]

روٹی اور پانی کے پہاڑ اس کے ساتھ ہونے میں ایک تو ان طاقتور مغربی قوموں کے کُل دنیا پر اقتصادی ومعاشی اقتدار وغلبہ کا ذکر ہے دوسرے اس کی ایجاد کردہ سواریوں ریل گاڑی، ہوائی جہاز، بحری جہاز کی طرف اشارہ ہے جن میں دوران سفر خوراک وغیرہ کے جملہ سامان مہیا ہوتے ہیں۔ دجّال کی یہ ایجادات اور سواریاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکاشفات میں دیکھ کر ان کی جو تصویر کشی فرمائی ہے وہ صاف طور پر آج کل کی سواریوں کا نقشہ پیش کرتی اور ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر زندہ گواہ ہے نیز دجال کی بھی واضح تعیین کر دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دجال کا گدھا ستّر گز لمبا ہوگا جو چاند کی مانند روشن ہوگا۔[11] اس کی تیز رفتاری کا یہ حال ہوگا کہ اس کے دو قدموں کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ طے ہوگا۔ زمین اس کے لئے لپیٹ دی جائے گی اور وہ بادلوں کو بھی پکڑنے پر قادر ہوگا اور سورج کے مغرب کی طرف جانے سے بھی آگے نکل جائے گا اور سمندر میں بھی گھس جائے گا۔ اس کے آگے دھوئیں کا پہاڑ ہوگا اور پیچھے سرسبز وشاداب پہاڑ۔ وہ اپنے ساتھیوں کو اپنی طرف ایسی آواز سے بلائے گا جسے

مشرق و مغرب میں سنا جائے گا۔[۱۲]

دجّال کی غیر معمولی قوت و طاقت کے اظہار کے طور پر اس کی حیرت انگیز ایجادات کی تیز رفتاری کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے کہ دجال کا گدھا سمندر میں گھس جائے گا اور صرف گھٹنوں تک ڈوبے گا اور کبھی اس کا ایک قدم تین دن کی مسافت کے برابر ہو گا۔[۱۳] اور بعض سفر وہ سات دن میں طے کرے گا اور اس کے ساتھ دو پہاڑ ہوں گے ایک میں پھل اور پانی وغیرہ کھانے پینے کا سامان اور دوسرے میں دھواں اور آگ ہوگی۔[۱۴] اور دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی مرد اور عورتیں ہوں گی[۱۵] اس دور کے بعض علماء نے ریل گاڑی سے دجال کا وہ گدھا مراد لیا ہے جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔[۱۶]

دجّال کی سواری کی یہی علامات شیعہ کتب میں بھی موجود ہیں نیز لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں ایسی سواریاں ہوں گی جن میں روزن اور نشستیں ہوں گی۔[۱۷]

حوالہ جات

۱۔ بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ
۲۔ بخاری کتاب الفتن باب ذکر الدجال
۳۔ بخاری کتاب الفتن باب ذکر الدجال
۴۔ مصنف ابن شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۲۹-۱۳۲۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ صفحہ ۴۷۔ ۳۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۶۔ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۸۔ مطبوعہ دارالفکر العربی بیروت
۷۔ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال
۸۔ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال
۹۔ مفہوم از تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۰
۱۰۔ فتح الباری شرح بخاری کتاب الفتن باب ذکر الدجال
۱۱۔ مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن باب العلامات وذکر الدجال الفصل الثالث
۱۲۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۶۶۔ مطبوعہ دائرہ المعارف نظامیہ حیدرآباد دکن

۱۳ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفتن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۲۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۱۴ کنز العمال کتاب القیامہ جلد ۷ صفحہ ۲۰۱ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد

۱۵ کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۹ مکتبہ تراث الاسلامی (حلب)

۱۶ ہدیہ مہدویہ صفحہ ۸۹، ۹۰ مطبع نظام کانپور ۱۲۹۳ھ

۱۷ بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۳ مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ باب علامات ظہور المہدی

۱۲

اسلام کا مسیحا اور قتلِ دجّال و یاجوج و ماجوج

عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدَّجالَ ...... (فقَالَ) اِنَّہٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَیْنُہٗ طَافِئَۃٌ کَاَنِّیْ اُشَبِّھُہٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰی بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْہِ فَوَاتِحَ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ ...... قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا اِسْرَاعُہٗ فِی الْاَرْضِ؟ قَالَ: کَالْغَیْثِ اسْتَدْ بَرَتْہُ الرِّیْحُ ...... فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالَی الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَآءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَھْرُوْدَتَیْنِ وَاضِعًا کَفَّیْہِ عَلٰی اَجْنِحَۃِ مَلَکَیْنِ ...... فَیَطْلُبُہٗ حَتّٰی یُدْرِکَہٗ بِبَابِ لُدٍّ ...... فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذَالِکَ اِذْ اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی اِنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَ یَبْعَثُ اللّٰہُ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَ ھُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ ...... الخ

(مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدّجال ...... الخ)

ترجمہ: نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال ...... کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ...... کہ میں نے اسے گھنگھریالے بالوں والے ایک تنومند نوجوان کی صورت میں (ایک مشرک) عبدالعزّٰی بن قطن سے مشابہ دیکھا۔ تم میں سے جو اسے پائے وہ اس پر سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے ...... صحابہؓ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ وہ کس تیزی سے زمین میں چلے گا۔ فرمایا اس بادل کی طرح جسے ہوا اُڑا کر لے جائے۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا اور وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد چادروں میں لپٹے ہوئے، دو

فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لائیں گے...... وہ مسیح موعودؑ دجال کی تلاش میں نکلیں گے یہاں تک کہ وہ اسے بَـــابُ لُــدّ پر پکڑیں گے اور اسے قتل کریں گے...... دریں اثناء اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائے گا کہ میرے ایسے بندے بھی ہیں کہ آج کسی کو ان سے جنگ کی طاقت نہیں پس میرے بندوں کو طور پہاڑ کی طرف لے جا اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھڑا کرے گا اور وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے۔

تشریح: امام مسلم نے اس حدیث کی صحت کی بناء پر اسے اپنی صحیح میں جگہ دی۔ یہاں اس طویل حدیث کے بعض حصے منتخب کئے گئے ہیں جو دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مکاشفات پر مشتمل ہیں جن میں آخری زمانہ کے سب سے بڑے فتنہ دجال و یاجوج ماجوج اور اس کے قلع قمع کرنے والے مسیح موعودؑ سے متعلق نظارے آپؐ کو کرائے گئے۔ آپؐ کی یہ رؤیائے صادقہ تعبیر طلب ہیں۔[1]

ان پیشگوئیوں میں ایک اہم پیشگوئی مسیح موعودؑ کے مقام ظہور کے بارہ میں ہے کہ وہ دمشق کے مشرق میں واقع ہوگا اور مسیحیت و مہدویت کے دعویدار حضرت مرزا صاحب کا مقام ظہور قادیان بھی پیشگوئی کے مطابق دمشق سے عین مشرق میں اسی عرض بلد پر واقع ہے۔ سفید مینار سے کوئی ظاہری مینار اس لئے مراد نہیں ہوسکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تو مینار کا کوئی رواج تھا نہ ہی اس وقت دمشق میں ایسا کوئی مینار موجود تھا۔ جامع الاموی دمشق کا مشرقی مینار تو آٹھویں صدی ہجری میں تعمیر ہوا ہے۔[2]

پس سفید مینار کے پاس اترنے کی تعبیر جو خود زمانے نے کھول دی، یہ ہے کہ ذرائع آمدورفت اور رسل و رسائل کی سہولتوں کے باعث اسلام کا پیغام دنیا کو پہنچا کر اس کے نور سے منور کرنا آسان ہو جائے گا اور اس کی روشنی اور آواز جلد تر دنیا میں پھیلے گی۔ اسی طرح حدیث میں مسیح کے دو زرد چادریں اوڑھنے کا جو ذکر ہے اس کی تعبیر دو بیماریوں سے ہے۔[3] اس میں یہ اشارہ تھا کہ ان بیماریوں کے باوجود مسیح موعودؑ کا عظیم الشان اسلامی خدمات کی توفیق پانا اس کے منجانب اللہ ہونے کا نشان ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی دوران سر اور ذیابیطس کی دو بیماریوں کے باوجود اسلام کے دفاع اور تائید میں اسّی کے قریب تصانیف واقعی ایک عظیم الشان اور قابل قدر خدمت ہے۔ دو فرشتوں پر ہاتھ رکھنے سے مراد فرشتہ خصلت انسانوں کی مدد اور تعاون ہے جو مسیح

موعودؑ کو حاصل ہونا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں دو مردوں کے کندھے پر ہاتھ رکھنے کا ذکر موجود ہے۔[۴] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے واقعی حضرت مرزا صاحب کو ایسے اعوان و انصار بھی عطا فرمائے جو واقعی فرشتہ خصلت تھے۔

جہاں تک دجّال کے لفظ کا تعلق ہے ''دجل'' کے معنی کسی چیز کو ڈھانکنے اور ملمع سازی کے ہیں۔ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے کو بھی دجّال کہتے ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے ساری زمین پر پھیل جانے والے اور سامان تجارت سے روئے زمین کو ڈھانک لینے والے گروہ کو بھی دجّال کہا گیا ہے۔[۵] اور یہ صفات عیسائی قوم کے دینی اور دنیوی علماء میں بدرجہ اتم موجود ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا بنانے کے سب سے بڑے جھوٹ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور دجّال ان مغربی اقوام کا مذہبی نام ہے جب کہ سیاسی قوت و طاقت کے اعتبار سے انہیں یاجوج ماجوج کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یاجوج ماجوج کے الفاظ ''اَجِیج'' سے مُشتق ہیں جو آگ کے شعلہ مارنے یا بھڑکنے کو کہتے ہیں۔[۶] گویا اس قوم کے نام میں ہی ایک اشارہ آگ کو مسخر کرنے اور بڑی مہارت سے آگ سے کام لینے کی طرف تھا اور دوسرا اشارہ ان قوموں کی ناری سرشت کی طرف تھا کہ یہ متکبر قومیں انتہائی تیز اور چالاکی وہشیاری میں طاق ہوں گی۔ احادیث میں ایک طرف ان اقوام یاجوج ماجوج کے غلبہ کا ذکر ہے دوسری طرف دجّال کا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک ہی قوم کے دو صفاتی نام ہیں۔ ورنہ جب دنیا پر پہلے ایک قوم قابض ہوگی تو دوسری کا غلبہ کہاں ہوگا؟ یاجوج ماجوج کے فساد برپا کرنے کا سورہ کہف کے آخر میں ذکر ہے اور اس حدیث میں دجال کے فساد برپا کرنے کا بیان ہے جس کے فتنہ سے بچنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنے کے لئے امت کو ہدایت فرمائی۔ ابتدائی آیات میں خاص طور پر ان لوگوں کو انذار کرنے کا ذکر ہے جنہوں نے خدا کا بیٹا قرار دیا ہے نیز عیسائیت کے باطل عقائد الوہیت مسیح اور کفارہ وغیرہ کا رد ہے جس سے کھل جاتا ہے کہ دجّال سے مراد عیسائی قوم ہی ہے جس کا علمی و عملی مقابلہ کرنے کے لئے سورہ کہف پڑھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سورۃ فاتحہ میں جن ضالّین سے بچنے کی دعا مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عیسائی مذہب کے لوگ مراد لئے۔ یہی وہ دجّال ہے جس کا ذکر سورۃ کہف کی آخری آیات ۱۰۳ تا ۱۰۶ میں اس طرح ہے کہ انہوں نے مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے مگر تمام تر کوششیں دنیا

کی خاطر وقف ہیں اور اپنی مادی وصنعتی ترقی پر نازاں ہیں۔انہیں طاقتور ترقی یافتہ اقوام سلطنت روس وغیرہ کو بائیبل میں جوج (یعنی یاجوج) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ بھی اس مغرب کی سرزمین کے باشندے ہیں۔[۷] اور یہ قدیمی نام آج تک مغربی اقوام اپنے لئے استعمال کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتیں، گلڈھال لندن میں نصب یاجوج ماجوج کے مجسمے اس کی کافی شہادت ہیں۔جن کو دوبارہ ایستادہ کرنے کی تقریب پر ۱۹۵۱ء میں چرچل نے یاجوج کو روس اور ماجوج کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا نشان قرار دیا تھا۔[۸]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے دجال کو شرور کا مجموعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج دجّالی روح کی بھی ترقی یافتہ شکل ہوگی جس سے شرّ اتنا عام ہوگا کہ نظام عالم درھم برھم ہوجائے گا۔[۹] تعبیر رؤیا کی کتابوں میں قتل دجال کی تعبیر کافر اور بدعتی کی ہلاکت سے کی گئی ہے۔[۱۰]

اس حدیث میں بَابُ لُدّ کے پاس دجال کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔لُدّ کے معنی بحث کرنے والے کے ہیں۔پس اس سے مراد دجالی عقائد باطلہ کا توڑ اور علمی وعقلی لحاظ سے مذہبی بحث کے بعد دلائل کے ساتھ اس پر فتح حاصل کرنا ہے۔مسیح کا یہی کام احادیث میں بالفاظ دیگر کسر صلیب کے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں دجّال کی ہلاکت کی مزید وضاحت ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم تشریف لا کر مسلمانوں کو نماز میں امامت کروائیں گے تو خدا کا دشمن (دجّال) ان کو دیکھے گا تو ایسے پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک حل ہو جاتا ہے اور اگر مسیح موعودؑ اسے چھوڑ بھی دے پھر بھی وہ گھل ہی جائے یہاں تک کہ خود ہلاک ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ اسے مسیح کے ہاتھ سے قتل کرے گا اور وہ اس کا خون اپنے نیزے میں دیکھے گا۔[۱۱]

اسی طرح حدیث میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا وہ زمانہ اختلاف اور فرقہ بندی کا ہوگا دجال کا غلبہ چالیس دن یعنی ایک مکمل مدت تک رہے گا اور مومن سخت تنگی محسوس کریں گے تب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر لوگوں کو امامت کرائیں گے اور جونہی وہ رکوع سے سر اٹھائیں گے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہیں گے اللہ دجال کو قتل کردے گا اور مسلمان غالب آئیں گے۔[۱۲]

زیر تشریح حدیث کے آخر میں بھی ذکر تھا کہ یاجوج ماجوج سے ظاہری مقابلہ کی کسی کو طاقت نہ ہوگی۔تب مسیح موعودؑ کو جماعتِ مومنین کے ساتھ طُور پہاڑ کی پناہ لینے کی ہدایت کی جائے گی۔یعنی

عبادات اور دعاؤں کی طرف توجہ دلائی جائے گی اور بالآخر دعاؤں سے ہی ان طاقتور قوموں پر فتح ہوگی جو اپنی قوت اور شیطنت میں انتہا تک پہنچ کر ناقابل تسخیر ہو چکی ہوں گی اور نہ صرف ان قوموں کو بلکہ حقیقی دجال یعنی شیطان کو بھی مسیح موعودؑ کے زمانہ میں آخری دائمی شکست ہوگی۔

حوالہ جات

۱۔ بخاری کتاب الانبیاء۔ فردوس الاخبار از علامہ دیلمی صفحہ ۴۸۶ دارالدیان للتراث القاھرہ

۲۔ البدایہ والنہایہ از علامہ حافظ ابن کثیر جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۹ مکتبہ المعارف بیروت

۳۔ تفسیر الاحلام از امام محمد بن سیرین صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ لبنان

۴۔ بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم

۵۔ لسان العرب زیر لفظ دجال

۶۔ لسان العرب زیر لفظ یاجوج

۷۔ حزقیل ۴-۱/۳۸

۸۔ لندن ٹائم ۱۰/نومبر ۱۹۵۱ء

۹۔ الخیر الکثیر صفحہ ۳۹۳۔ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم مولوی عابد الرحمٰن کاندھلوی ناشر قرآن محل بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

۱۰۔ تفسیر الاحلام از محمد بن سیرین صفحہ ۶۳۸ مطبوعہ لبنان

۱۱۔ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال

۱۲۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد جلد ۷ صفحہ ۳۴۹ دار الکتاب العربی۔ بیروت۔ لبنان

۱۳

اُمّتِ محمدیہ کا نجات دہندہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْرِ كَنَّ الدَّجَّالُ قَوْمًا مِثْلَكُمْ اَوْ خَيْرًا مِّنْكُمْ ثَلاثَ مَرَّاتٍ وَلَنْ يُخْزِىَ اللّٰهُ اُمَّةً اَنَا اَوَّلُهَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا۔

(مستدرک حاکم کتاب المغازی باب ذکر فضیلة جعفرؓ)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن جُبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لازم ہے کہ دجال تمہارے جیسے یا تم سے بہتر لوگوں کا زمانہ پائے اور اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز رسوانہیں کرے گا جس کے آغاز میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰؑ بن مریم۔

تشریح: یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ علاّمہ دیلمی اور علاّمہ سیوطی نے بھی بیان کی ہے۔امام حاکم نے اسے بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔[1] علامہ ابن حجر نے بھی اس حدیث کی سند عمدہ قرار دی ہے۔[2]

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں صرف فرقہ بندی، فتنہ وفساد، دجّالوں کذّابوں کی آمد اوران کے ذریعہ تباہی و بربادی کی خبر ہی نہیں دی گئی بلکہ اس امت مرحومہ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے عیسیٰؑ بن مریم جیسے وجود کے نجات دہندہ بن کر تشریف لانے کی بشارت بھی دی گئی ہے۔ یہ حدیث سُنّی اور شیعہ دونوں مکاتب فکر کی کتب میں کسی قدر لفظی فرق کے ساتھ موجود ہے۔ شیعہ روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ امتّ کیسے ہلاک ہوگی جس کے شروع میں میں اور علیؓ اور میری اولاد کے گیارہ صاحب فہم وبصیرت افراد اور آخر میں مسیح ہے لیکن درمیانی زمانہ کے لوگ ہلاک ہوں گے میرا ان لوگوں سے اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔[3]

اس کے بالمقابل سنی مسلک کی نسبتاً بعد کے زمانہ کی کتب ابن عساکر وغیرہ میں ''وَالْمَھْدِیُّ فِیْ وَسْطِھَا ''یعنی وسطی زمانہ میں مہدی ہوگا کے الفاظ ہیں۔ جو قدیم مصادر میں موجود نہیں چنانچہ مشہور شیعہ عالم شیخ علی کورانی نے اس حدیث پر اپنی یہ تحقیق لکھی ہے کہ اکثر کتب میں وَالْمَھْدِیُّ فِیْ وَسْطِھَا کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔[۴] گویا اس روایت میں وسطی زمانہ میں مہدی ہوگا کے الفاظ الحاقی اور بعد کا اضافہ ہیں۔ البتہ ان الفاظ حدیث پر تمام مکاتب فکر متفق ہیں کہ ''میرے اور مسیح کے درمیان کا زمانہ ٹیڑھا زمانہ ہے میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔[۵] اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں امّت کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ایک ہی وجود عیسیٰؑ بن مریم کا ذکر کیا ہے کسی الگ مہدی کا ذکر نہیں فرمایا۔ پس یہی مسیح موعودؑ دراصل امام مہدی ہے۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں صراحت سے ذکر ہے کہ مسیح موعودؑ ہی مہدی ہوگا۔

اس حدیث سے اسلام کے وسطی دور کی عمومی ایمانی و اعتقادی وعملی اور روحانی حالت کا بھی اندازہ ہوتا ہے جس کی بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے اپنی بے تعلقی اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مستدرک حاکم جلد۳ صفحہ۴۱ مکتبہ النصر الحدیثہ۔ ریاض

۲۔ فتح الباری جلد صفحہ۵۔ ادارہ نشر السنۃ اردو بازار لاہور

۳۔ عیون اخبار الرضا جلد۱ صفحہ۵۳ بحوالہ معجم احادیث الامام المہدی جلد اوّل صفحہ ۵۲۶ مطبوعہ معارف اسلامیہ قُمّ ایران

۴۔ معجم احادیث الامام المہدی جلد اوّل صفحہ ۵۲۷ مؤسسۃ المعارف الاسلامیہ قم ایران

۵۔ فردوس الاخبار از علامہ دیلمی جلد۳ صفحہ ۳۳۹ دار الدیان للتراث القاہرہ و کنز العمال جلد۷ صفحہ۲۰۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد دکن

۱۴

مجدّ دینِ اُمّت کے بارہ میں پیشگوئی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا.

(ابو داؤد کتاب الملاحم باب مایذکر فی قرن المئۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ کھڑے کرتا رہے گا جو اس امت کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

تشریح: یہ حدیث ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں بیان کی ہے۔امام حاکم اور علّامہ ابن حجر نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔[1] شیعہ مسلک میں بھی یہ حدیث مسلّم ہے۔[2]

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ ان میں خلیفے کھڑے کرتا رہے گا جس طرح پہلی قوموں میں بھیجے تا کہ وہ دین مضبوط کریں۔ (النور: ۵۶) چنانچہ خلافت راشدہ اور اس کے بعد اس خلافت کا ایک سلسلہ مجدّ دین امت کی شکل میں ظاہر ہوا اس حدیث کے مطابق ہر زمانہ اور صدی میں ایسے ائمہ علماء وفقہاء اور مفسرین ومحدثین پیدا ہوتے رہے جو دین کی خدمت پر کمر بستہ رہے۔

جماعت احمدیہ گزشتہ تیرہ صدیوں کے جملہ مجدّ دین امت کو برحق یقین کرتی ہے اور ایمان رکھتی ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد جن کا مسیح ومہدی ہوکر آنا مقدر تھا حضرت مرزا صاحب ہیں اسی امام کے بارہ میں احادیث میں مذکور ہے کہ وہ سابقہ طرز عمل ختم کر کے از سر نو اسلام کو تازہ کرے گا۔[3]

پس تیرہ صدیوں کے مجدد ین امت پر ہمارا اتفاق ہے مگر چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے؟ یہ

ایک اہم سوال ہے جس کا جواب آج سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی پیش نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی دعویدار ہی میدان میں موجود نہیں۔ پس سلامتی اسی میں ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو مجدد و مسیح موعود ومہدی تسلیم کرلیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۷ء میں یہ واشگاف اعلان فرمایا تھا:-

''صلحائے اسلام نے بھی اس زمانہ کو آخری زمانہ قرار دیا ہے اور چودھویں صدی میں سے تیئس سال گزر گئے ہیں۔ پس یہ قوی دلیل اس بات پر ہے کہ یہی وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعویٰ کیا۔ اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعویٰ پر پچیس برس گزر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں اور میں ہی وہ ایک ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا۔ پس جب تک میرے اس دعویٰ کے مقابل پر انہیں صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں''۔[۴]

اور بلا شبہ آپ ہی وہ مسیح موعودؑ ہیں جن کے ذریعہ خلافت علیٰ منہاج النبوت کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ جس کا سلسلہ انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا اور خلفائے احمدیت تجدید دین کی خدمات انجام دیتے رہیں گے۔ انشاءاللہ العزیز۔

حوالہ جات

۱۔ التعلیق المحمود شرح سنن ابی داؤد صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ ادب منزل پاکستان چوک کراچی از مولوی فخر الحسن گنگوہی
۲۔ الفروع من الجامع الکافی جز ۲ صفحہ ۱۹۲۔ از علامہ ابوجعفر بن محمد یعقوب کلینی مطبع المعالی نولکشور
۳۔ عقد الدرر فی اخبار المنتظر صفحہ ۲۲۷۔ از علامہ یوسف بن یحیٰ المقدسی الشافعی عالم ساتویں صدی طبع اوّل ۱۹۷۹ء مکتبہ عالم الفکر قاھرہ
۴۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۴ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۱

۱۵

ثریّا کی بلندی سے ایمان واپس لانے والا مَردِ فارس

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَزَلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَأَ : وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ، قَالَ رَجُلٌ مَنْ هٰؤُلَآءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ فَلَمْ یُرَاجِعْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی سَأَلَهُ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالَ وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ : لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَا لَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ.

(مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس و بخاری کتاب التفسیر سورة جمعة)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ نے آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کی تلاوت فرمائی جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض دوسرے لوگوں میں بھی مبعوث فرمائے گا (جن کو آپ کتاب وحکمت سکھائیں گے اور پاک کریں گے) جن کا زمانہ صحابہ کے بعد ہے۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ اے خدا کے رسول یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اس سائل نے دو تین مرتبہ یہ بات پوچھی۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں ہمارے درمیان سلمان فارسی موجود تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمانؓ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں یعنی قوم سلمانؓ میں سے کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔ (اور قائم کریں گے) بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک مرد یا کچھ لوگ ایمان کو واپس لائیں گے۔

تشریح: یہ مشہورترین حدیث مُسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے۔[۱] شیعہ مسلک کا بھی اس

حدیث پر اتفاق ہے۔[۲] اس حدیث سے حسب ذیل نکات کا علم ہوتا ہے۔

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری آمد یا بعثت کا زمانہ اس وقت ہوگا جب ایمان دنیا سے اٹھ جائے گا اور اسلام پر عمل باقی نہ رہے گا۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دوسری بعثت ایک ایسے شخص کے رنگ میں ہوگی جو عربی نہیں عجمی ہوگا اور سلمانؓ فارسی کی قوم سے ہوگا وہی سلمانؓ فارسی جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ان کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ سلمانؓ ہم میں سے ہے، سلمانؓ اہل بیت میں سے ہے۔[۳]

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دوسری بعثت کی غرض اور مقصد ایمان کا قیام اور اسلام کا احیاء نو ہے۔

۴- دیگر احادیث میں اسلام کی حالت زار کے وقت اس کے احیاءِ نو کے لئے آنے والے مسیحا کو مثیل ابن مریم اور مہدی کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے اور سورۃ جمعہ میں بھی اس مسیح اور مہدی کی بعثت کا ذکر ہے جس کی آمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور غلامی کے باعث گویا حضورؐ ہی کی آمد قرار دی گئی ہے۔ اس پر ایمان لانا اور اسے قبول کرنا گویا خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا اور قبول کرنا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس حدیث کے مصداق ہونے کا دعویٰ امت میں سے کسی نے نہیں کیا البتہ بعض لوگ حضرت امام ابوحنیفہ یا امام بخاری کو اس حدیث کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ مگر اوّل تو خود ان بزرگوں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں فرمایا۔ دوسرے ان کا زمانہ دوسری اور تیری صدی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے خیر القرون میں سے اور بہترین زمانہ قرار دیا۔ جب کہ رجل فارسی کی آمد ایمان اٹھ جائے کے زمانہ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ اس لئے فارسی قوم کے قبولِ اسلام پر بھی یہ حدیث چسپاں نہیں ہوسکتی۔ یہ علامت جس قدر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کھل کر پوری ہو چکی تھی اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے شدید مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی آپ کے فارسی الاصل ہونے کی گواہی دی ہے۔[۴]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس حدیث کے مصداق ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا:-

''براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی نے مجھے ٹھہرایا ہے اور بتصریح بیان فرمایا کہ وہ میرے حق میں ہے''۔

آپ نے بڑی تحدّی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اس وحی کو خدا کا کلام قرار دیتے ہوئے مفتری پر خدا کی لعنت ڈالی اور انکار کرنے والے کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے جسے آج تک کسی نے قبول کرنے کی جرأت نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے از سر نو ایمان قائم کرنے والے، قرآن ثریا سے واپس لانے کی عظیم الشان خدمت انجام دینے والے رجلِ فارسی کو ہی مسیح موعود قرار دیا ہے اور اس کے حق میں یہ منطقی دلیل دی ہے کہ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ رجلِ فارسی مسیح موعودؑ سے افضل ہے کیونکہ مسیح کا کام صرف دجّال کو قتل کرنا لکھا ہے جو محض دفع شرّ ہے اور مدارِ نجات نہیں جب کہ رجل فارسی کا کام مؤمن کامل بنانا ہے جو افاضۂ خیر ہے اور زیادہ بھاری دینی خدمت ہے مزید یہ کہ جسے آسمان کی بلندی سے ایمان لانے کی طاقت ہے وہ زمین کا شرّ کیوں دور نہیں کر سکتا لہٰذا یہی رجلِ فارسی ہی مسیح موعودؑ ہے اور اس کے مصداق وحی الٰہی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں۔[۵]

حوالہ جات

۱ فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۶۴۳، ۶۴۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۲ تفسیر مجمع البیان از علامہ طبری جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۸ المکتبۃ العلمیہ الاسلامیہ تہران

۳ مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر سلمان الفارسی

۴ اشاعۃ السنہ از مولوی محمد حسین بٹالوی جلد ۷ صفحہ ۱۹۳

۵ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۲، ۵۰۳

۱۶

خلافت علیٰ منہاج النبوت کے متعلق پیشگوئی

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اَنْ یَرْفَعَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یَرْفَعَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًا فَیَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اَنْ یَرْفَعَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّةً فَتَکُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یَرْفَعَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَکَتَ.

(مسند احمد جلد۴ صفحہ۲۷۳ دارالفکر بیروت و مشکوٰۃ باب الانذار و التحذیر)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر نبوت موجود رہے گی جب تک خدا چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت ہوگی جب تک خدا چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ یہ نعمت بھی اٹھالے گا پھر ایک طاقتور اور مضبوط بادشاہت کا دور آئے گا جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گا پھر اسے بھی اٹھالے گا اور ظالم و جابر حکومت کا زمانہ آئے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہوگی اس کے بعد حضورؐ خاموش ہو گئے۔

تشریح: یہ حدیث ابوداؤد الطیالسی اور مشکوٰۃ نے نیز طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر ھیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ [1]

یہ حدیث دراصل سورۃ نور کی آیت استخلاف کی تفسیر ہے جس میں مسلمانوں سے خلافت کے قیام کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر خلافت

راشدہ کے بعد ملوکیت کے ان ادوار کی پیشگوئی فرمائی ہے جو امّت پر آنے والے تھے اور ایک لمبے انقطاع کے بعد مسیح موعودؑ و امام مہدی کے ذریعہ پھر خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ جاری ہونا تھا۔ جس طرح پہلے تین زمانوں کے بارہ میں یہ پیشگوئی پوری شان سے پوری ہوئی اسی طرح آخری دور خلافت علی منہاج النبوت میں بھی پوری ہورہی ہے۔ منہاج کے معنے واضح راستہ کے ہوتے ہیں۔ خلافت علی منہاج النبوت سے مراد نبوت محمدیہ کی شریعت اور طریقت پر چلنے والی خلافت ہے۔ ان الفاظ میں یہ اشارہ تھا کہ وہ خلافت آزاد نہیں ہوگی بلکہ متبع شریعت محمدیہ ہوگی۔ چنانچہ آج روئے زمین پر صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس خلافت کی دعویدار ہے۔ خلیفہ اللہ مہدی و مسیح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے بعد جماعت احمدیہ میں پانچویں خلافت کا دور دورہ ہے اور انشاء اللہ یہ خلافت کا بابرکت دور قیامت تک جاری رہے گا کیونکہ اس آخری دورِ خلافت کے بعد قیامت تک رسول اللہ نے کسی اور دور کا ذکر نہیں فرمایا اور خاموشی اختیار فرمائی جس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخری دور میں امّت کو اس خلافت کی قدر کرنے کی توفیق دے گا اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اس خلافت سے منسلک جماعت کی اکثریت ایمان اور عمل صالح پر قائم رہے گی۔ جس کے نتیجہ میں ان کا زمانہ لمبا کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز

حوالہ جات

ا؎ اتحاف الجماعہ بما جاء فی الفتن والملاحم واشراط الساعہ تالیف حمود بن عبداللہ التویجری جزاوّل صفحہ ۱۷۱ (۱۳۹۴ھ)

۱۷

مہدی کی تائید ونصرت واجب ہے

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ مَنْصُوْرٌ يُوَطِّئُ اَوْيُمَكِّنُ لِآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهٗ اَوْاِجَابَتُهٗ.

(ابو داؤد کتاب المهدی اٰخری)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ماوراءالنہر سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو حارث کے نام سے پکارا جائے گا اس کے مقدمۃ الجیش کے سردار کو ''منصور'' کہا جائے گا۔ وہ آل محمدؐ کے لئے مضبوطی کا ذریعہ ہوگا۔ جس طرح قریش (میں سے اسلام قبول کرنے والوں) کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی حاصل ہوئی ہر مؤمن پر اس کی مدد و نصرت اور قبولیت فرض ہے۔

تشریح: یہ حدیث علاّمہ بغوی نے مصابیح السنہ میں عمدہ سند کے ساتھ نیز نسائی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔ شیعہ مکتب فکر نے بھی یہ حدیث قبول کی ہے۔[1]

اس حدیث میں ماوراءالنہر (سمرقند و بخارا) کے علاقہ کے ایک شخص کے ظہور کا ذکر ہے جس کا لقب ''حارث بن حُرّاث'' ہوگا اس لقب میں حارث کے لغوی معنی کاشتکار کے لحاظ سے اس شخص کے ذاتی اور آبائی پیشہ کاشتکاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ معزّز زمیندار خاندان سے ہوگا۔ حضرت ملاّ علی قاریؒ نے اس حدیث کی تشریح میں ایک نہایت اہم نکتہ اٹھایا ہے کہ حدیث میں جو یہ ذکر ہے کہ ہر مؤمن پر اس کی مدد اور قبولیت واجب ہوگی اس سے کوئی عام شخص مراد نہیں لیا جاسکتا بلکہ یہ قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد امام مہدی ہے۔[2] دو اور قرینے بھی حضرت ملاّ علی قاری

کی اس رائے کی تائید کرتے ہیں۔ایک یہ کہ اس شخص کی سرزمین ماوراء النہر یعنی سمرقند اور بخارا کے علاقے بتائے گئے ہیں جو درحقیقت فارس کے علاقے تھے اور بخاری کی حدیث میں ثریا سے ایمان واپس لاکر قائم کرنے والے مہدی کو بھی فارس کے علاقہ کا باشندہ بتایا گیا ہے۔ دوسرا قرینہ اس حدیث میں یُـمَـکِّـنُ کے الفاظ ہیں۔وہی الفاظ جو قرآن شریف میں آیت استخلاف میں خلفاء اسلام کی علامت کے طور پر بیان ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دینِ محمدؐ کو مضبوطی بخشے گا۔ پس اس حدیث میں مسیح کا علاقہ اور کام بیان فرما کر اس کی تائید ونصرت واجب قرار دی گئی ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آج تک سمرقند کے کسی معزز زمیندار نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ایک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی وہ مدعی مسیح ومہدی ہیں جن کا وطن سمرقند تھا۔آپ کے آباء وہاں سے شہنشاہ بابر کے زمانہ میں ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے اور پنجاب میں کئی دیہات بطور جاگیر آپ کے خاندان کو ملے تھے اس لحاظ سے آپ کا خاندان ایک معزز زمیندار خاندان تھا۔ پس یہ آپ کی ذاتی خاندانی علامت تھی جو اس حدیث میں ''حارث'' کے الفاظ میں بیان ہوئی۔

پس حارث اور مسیح ومہدی دراصل ایک ہی وجود کے نام ہیں اس لفظ میں مزید یہ روحانی اشارہ بھی تھا کہ وہ ''حارث'' ایمانی چشمہ کے ذریعہ قوم کے پودوں کی آبیاری کرے گا اور ان کے مرجھائے ہوئے دل تازہ کرے گا۔[۳] حارث کی روحانی لشکر کے سردار کو جو منصور کا لقب دیا گیا ہے اس سے مراد آپ کے خلفاء میں سے کوئی ایک خاص تائید یافتہ خلیفہ بھی ہوسکتا ہے اور عمومی رنگ میں مہدی کے ہر خلیفہ کے خدا سے تائید یافتہ ہونے کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے جیسا کہ آیتِ استخلاف میں بھی وعدہ ہے اور جو حقائق وواقعات کے بھی عین مطابق ہے۔

حوالہ جات

۱ عقد الدرر فی اخبار المنتظر صفحہ ۱۳۰۔از علامہ یوسف بن یحی مطبوعہ ۱۹۷۹ء مکتبہ عالم الفکر قاہرہ

۲ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ مطبع میمنیہ مصر

۳ ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۶ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ حاشیہ

۱۸

مثیلِ ابنِ مریم

قَـالَ اَبُـوْ هُـرَيْـرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ بَنِىْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَـدُ فَيَسْتَهِـلُّ صَـارِخًـا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَ اِنِّىْ اُعِيْذُ هَابِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

(بخاری کتاب الانبیاء باب و اذکر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بنی نوع انسان کے پیدا ہونے والے ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان مسّ کرتا ہے اور وہ اس مسِّ شیطان کی وجہ سے چیخ مار کر آواز نکالتا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے کے۔ پھر ابوھریرۃؓ یہ آیت پڑھتے تھے کہ اے خدا میں اپنی اس بچی مریم اور اس کی اولاد کو راندے ہوئے شیطان کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

تشریح: اس حدیث کی صحت پر بخاری اور مُسلم نے اتفاق کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

اگر اس حدیث کا ظاہری مطلب لیا جائے تو سوائے مریم اور ابن مریم کے کوئی معصوم نبی بھی مسِّ شیطان سے پاک قرار نہیں دیا جا سکتا لہٰذا یہ معنی کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔ اس مشکل کی وجہ سے مشہور مفسّر علاّمہ زمخشری نے لکھا ہے کہ اگر اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر بچے پر شیطانی حملہ ہوتا ہے سوائے مریم اور ابن مریم کے اور ان لوگوں کے جو مریم یا ابن مریم جیسی نیک صفات رکھتے ہوں۔ [1]

اس حدیث میں تمام انبیاء میں سے بطور خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم کا

نام لینے میں حکمت انہیں ان الزامات سے پاک اور بری قرار دینا ہے جو یہودی ان پر لگاتے تھے۔ ایک اور حدیث سے بھی انہی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس جاتے ہوئے بوقت مباشرت شیطان سے بچنے کی دعا کرے اللہ تعالیٰ انہیں ایسی اولاد عطا کرتا ہے جو شیطانی اثر سے محفوظ رہتی ہے۔[۲] گویا امت محمدیہ کا ہر فرد دعا کے ذریعہ مسِ شیطان سے پاک ہوسکتا ہے۔

دراصل یہ حدیث سورۃ تحریم کی اس آیت کی تفسیر ہے جس میں ان کامل مؤمن مردوں کی مثال حضرت مریم سے دی گئی ہے جو مریم کی طرح اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ روحانی ترقی کے بعد ابن مریم کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ (تحریم:۱۱) گویا مؤمنین کے لئے روحانی ترقیات کے میدان میں مقام مریم وابن مریم کے دروازے کھلے ہیں نیز آیت استخلاف (نور:۵۷) کے مضمون کی طرح اس آیت میں بھی لطیف رنگ میں امت محمدیہ میں مثیل مسیح کے پیدا ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی مریم اور ابن مریم سے مراد ان کے مثیل اور ان کی صفات کے حامل افراد ہیں۔ پس اس محاورہ کے مطابق جس ابن مریم کی امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی خبر دی گئی تھی اس سے مراد بھی مثیل ابن مریم ہی ہے۔ بالخصوص جب کہ اسرائیلی عیسیٰ بن مریم کی وفات قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو نزول ابن مریم سے مراد ان کے مثیل مسیح موعودؑ ہی ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱ تفسیر الکشاف جلد اوّل صفحہ ۴۲۶ مطبوعہ دار الفکر۔ بیروت

۲ بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس

۱۹

عیسیٰ اور مہدی - ایک ہی وجود کے دو لقب

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَايَزْدَادُ الْاَمْرُ اِلَّا شِدَّةً وَلَا الدُّنْيَا اِلَّا اِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ.

(ابن ماجه کتاب الفتن باب شدّة الزّمان)

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاملات شدت اختیار کرتے جائیں گے۔ دنیا اخلاقی پستی میں بڑھتی چلی جائے گی اور لوگ حرص وبخل میں ترقی کرتے چلے جائیں گے اور صرف برے لوگوں پر ہی قیامت آئے گی اور کوئی مہدی مسیح کے سوا نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ حدیث امام حاکم نے مستدرک میں ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں، ابن عبدالبرّ نے جامع العلم میں اور ابوعمرو الدّانی نے اپنی سنن میں بیان کی ہے اسی طرح مشہور شیعہ مفسّر علامہ طبرسی نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں اسے درج کیا ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح اور مہدی دو الگ وجود نہیں بلکہ یہ ایک ہی شخص کے دو روحانی لقب ہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کی صحت پر اعتراض کیا ہے لیکن مشہور مفسّر و مؤرخ علامہ ابن کثیر نے اسے نہ صرف صحیح قرار دیا بلکہ کہا ہے کہ یہ مشہور حدیث ہے اور اس کا راوی محمد بن خالد مجہول نہیں وہ مؤذن تھا اور امام شافعی کا استاد تھا اور اس سے اور بھی کئی لوگ روایت کرتے ہیں اور ابن معین نے اسے ثقہ کہا ہے اس طرح حدیث کے دوسرے راوی یونس بن عبدالاعلیٰ کو بھی ابن کثیر نے ثقہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث مہدی سے متعلق دیگر احادیث سے بظاہر مخالف ہے

جن سے مہدی عیسیٰ ؑ سے علیحدہ معلوم ہوتے ہیں مگر غور کرو تو تطبیق ممکن ہے کہ المہدی سے مراد ''مہدی کامل'' لیا جائے اور حدیث کا یہ مطلب ہو کہ مہدیٔ کامل حضرت عیسیٰ ؑ ہی ہوں گے اگرچہ مہدی اور بھی ہو سکتے ہیں۔[۱]

علمائے سلف میں سے علاّمہ ابن تیمیّہ، علاّمہ قرطبی، علاّمہ ابن القیّم، علاّمہ سیوطی اور علاّمہ مناوی نے بھی اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے۔ دراصل مہدی کے معنی ہدایت یافتہ کے ہوتے ہیں اور قرآن شریف سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کے تمام نبی اور مامور خدا سے ہدایت پا کر پہلے مہدی بنتے ہیں اور پھر ہادی (انبیاء:۷۴) انہی معنی میں عیسیٰ ؑ بن مریم کو امام مہدی کہا گیا ہے۔ حکم عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اس حدیث کے بارہ میں فرمایا کہ

محدّثین اس پر کلام کرتے ہیں مگر مجھ پر خدا نے یہی ظاہر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔[۲] چنانچہ اللہ سے حکم پا کر آپ نے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

دیگر احادیث صحیحہ سے بھی اس حدیث کے مضمون کی تصدیق و تائید ہوتی ہے چنانچہ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے وہ دیکھے کہ عیسیٰ ؑ بن مریم امام مہدی بن کر تشریف لائیں گے۔[۳] اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ عیسیٰ ؑ بن مریم امام مہدی بن کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدّق بن کر تشریف لائیں گے۔[۴]

علامہ ابن تیمیّہ نے گزشتہ علماء امّت میں سے ابو محمد بن الولید البغدادی کا ذکر کیا ہے جنہوں نے حدیث لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی پر اعتماد کرتے ہوئے الگ مہدی کے وجود سے انکار کیا گویا ان کے نزدیک امّت میں صرف ایک ہی مسیح موعودؑ کے مہدی بن کر آنے کی خبر دی گئی۔[۵]

علاّمہ ابن خلدون نے بھی امّت میں اس مسلک کے ایک گروہ کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''ابن ابی واطیل نے کہا ہے کہ ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی ہی دراصل وہ مسیح ہے جسے آل محمد میں سے مسیحوں کا مسیحا کہنا چاہئے ابن خلدون کہتے ہیں بعض صوفیاء نے لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی کی حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ کوئی مہدی نہیں سوائے اس مہدی کے جس کی نسبت شریعت محمدیہ کی پیروی اور اسے منسوخ نہ کرنے کے لحاظ سے ویسی ہی ہو گی جیسے عیسیٰ ؑ کی نسبت شریعت موسویہ سے تھی''۔[۶]

حضرت علّامہ ابن عربی نے بھی اس حدیث کو قبول کرتے ہوئے نزول عیسیٰؑ کے وقت مہدی یا کسی امّتی کے نماز میں امامت کرانے کی یہ تاویل کی ہے کہ عیسیٰؑ خود مہدی ہو کر شریعت اسلامیہ کی اتباع کریں گے۔ نیز مہدی کی امامت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ مقام مہدویّت مقام عیسویّت سے افضل ہے۔[۷] اس زمانہ کے صوفی بزرگ علامہ شیخ محمد اکرم صابری لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ عیسیٰؑ کی روح مہدی میں بروز کرے گی جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ عیسیٰؑ کے سوا کوئی مہدی نہیں''۔[۸]

مشہور شیعہ مفسّر علاّمہ طبرسی نے بھی انہی معنی کی تائید میں لکھا ہے کہ روح عیسیٰؑ مہدی میں بروز کرے گی جو حدیث لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی کے مطابق ہے۔[۹]

پس جماعت احمدیہ کا یہ مسلک کوئی نئی اختراع نہیں بلکہ قرآن و حدیث اور علماء کرام وصوفیائے عظام کی تائید اسے حاصل ہے کہ مسیح اور مہدی امت کے دو الگ وجود نہیں بلکہ ایک ہی فرد کے دو لقب ہیں اور یہی دعویٰ حضرت مرزا صاحب کا ہے۔ اس ساری بحث کا خوبصورت نتیجہ ایک اور صوفی بزرگ خلیفہ پیر عبدالقیوم نقشبندی نے یوں نکالا ہے کہ

''امام مہدی کے بارہ میں احادیث میں بہت اختلاف ہے اس وجہ سے امام بخاری اور مُسلم نے مہدی کے بارہ میں کوئی روایت قبول نہیں کی اور جو احادیث لی ہیں ان سے اوّل تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰؑ بن مریم ہیں دوم یہ کہ ابن مریم امام (مہدی) بن کر تشریف لائیں گے گویا امام بخاری اور مُسلم کے نزدیک موعود مسیح ہی مہدی ہوں گے''۔[۱۰]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقام عیسویت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''مہدی کے کامل مرتبہ پر وہی پہنچتا ہے جو اوّل عیسیٰؑ بن جائے یعنی جب انسان تبتُّل اِلی اللہ میں ایسا کمال حاصل کرے جو فقط روح رہ جائے تب وہ خداتعالیٰ کے نزدیک روح اللہ ہو جاتا ہے اور آسمان میں اس کا نام عیسیٰؑ رکھا جاتا ہے اور خداتعالیٰ کے ہاتھ سے ایک روحانی پیدائش اس کو ملتی ہے''۔[۱۱]

حوالہ جات

۱ (i) ابن ماجہ جلد سوم صفحہ ۲۹۵ مترجم از علامہ وحید الزمان اہل حدیث اکیڈمی کشمیری بازار لاہور

(ii) النہایہ فی الفتن والملاحم صفحہ ۲۷۔ از علامہ ابن کثیر دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان طبع اولی ۱۹۸۸ء

۲؎ ملفوظات جلد۳ صفحہ ۶۴ پرانا ایڈیشن

۳؎ مسند احمد بن حنبل جلد۲ صفحہ ۴۱۱ دار الفکر بیروت

۴؎ مجمع الزوائد از علامہ ھیثمی جلد۷ صفحہ ۳۳۶ دار الکتاب العربی۔ بیروت

۵؎ منہاج السنہ النبویہ جلد۸ صفحہ ۲۵۶۔ از علامہ ابن تیمیّہ مؤسسہ قرطبہ ۱۹۸۶ء

۶؎ تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۸۲-۵۸۱ دار الکتب اللبنانی بیروت طبع ثانیہ ۱۹۷۹ء

۷؎ تفسیر القرآن الکریم از شیخ محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ جلد۲ صفحہ ۵۱-۴۵۰ دار الاندلس بیروت

۸؎ اقتباس الانوار صفحہ ۵۱-۵۰ مطبع اسلام مولوی کرم بخش

۹؎ نجم الثاقب یا زندگانی مہدی موعود صفحہ ۱۱۹ کتاب فروشی جعفری مشہدی بازار سرائی محمدیہ

۱۰؎ السیّف الصارم صفحہ ۶۷ تلخیص وترجمہ از فارسی مطبع نذیر پرنٹنگ پریس ھال بازار امرتسر

۱۱؎ نشان آسمانی صفحہ ۸ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۳۶۸

۲۰

موعود امام - اُمّتِ محمدیہ کا ایک فرد

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ.

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریمؑ و مسلم کتاب الایمان)

ترجمہ: ابوھریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے مسلمانو!) تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تمہارے اندر نازل ہوں گے اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔

تشریح: یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے اور اس کی صحت پر محدّثین کا اتفاق ہے۔ شیعہ مسلک نے بھی اسے قبول کیا ہے۔[1]

قرآن شریف کی آیت استخلاف میں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ (النور:۵۶) کے الفاظ میں مسلمانوں میں ان سے پہلی قوم (بنی اسرائیل) کی طرح خلیفے قائم کرنے کا عظیم الشان وعدہ فرمایا گیا۔ لفظ مِنْکُمْ میں صراحت کر دی گئی کہ وہ خلیفے امت محمدیہ میں سے ہوں گے۔ یہ حدیث بھی دراصل اسی آیت کی تفسیر ہے جس میں بتایا گیا کہ وہ مسلمان کیسے خوش قسمت ہوں گے جن کے دور میں خلافت کا یہ الٰہی وعدہ پورا ہوگا اور ان کی نازک حالت کے وقت بنی اسرائیل کے تیرہویں خلیفے مسیح ابن مریم کا مثیل خلیفہ مسلمانوں میں سے پیدا ہوگا۔ حدیث میں بھی مِنْکُمْ کے الفاظ کی موجودگی صاف اشارہ کر رہی ہے کہ وہ امام مسلمانوں میں سے ہوگا۔

اس حدیث میں ابن مریم کے بارہ میں ''نزول'' کے لفظ سے لوگوں نے دھوکا کھایا اور یہ سمجھ لیا کہ اسرائیلی مسیح عیسیٰؑ بن مریم اصالتاً آسمان سے اتریں گے۔ حالانکہ قرآن شریف میں لباس، لوہے اور چارپایوں کے نازل ہونے کا ذکر ہے۔ (الاعراف:۲۷، الحدید:۲۶، الزمر:۷) مگر کبھی

ان چیزوں کے ظاہراً آسمان سے اترنے کا گمان نہیں کیا گیا کیونکہ غیر معمولی شان وعظمت کی حامل چیزوں کے ظہور کے لئے یہ لفظ عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسم ذکر اور رسول بنا کر نازل کرنے کا ذکر ہے۔ (الطلاق:۱۱) مگر یہاں کوئی بھی آسمان سے اترنے کا مفہوم مراد نہیں لیتا اس لئے مسیح ابن مریم کے نزول سے مراد بھی ابن مریم کی صفات کے حامل شخص کا ظہور ہے۔

بالعموم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو ان کے ظاہری نزول کی ایک شاخ قرار دیا جاتا ہے۔ مگر چونکہ قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت اور روحانی رفع ثابت ہے اس لئے ان کا نزول محض ایک استعارہ ہے چنانچہ علامہ ابن عربی نے یہی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے رفع سے مراد ان کی روح کا عالم بالا میں بلند مقام حاصل کرنا ہے اور آخری زمانہ میں ان کے نزول سے مراد ایک دوسرے جسم کے ساتھ تشریف لانا ہے۔[۲] اور یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں جیسا کہ آٹھویں صدی کے ایک اور بزرگ علامہ سراج الدین ابن الوردی لکھتے ہیں:

> ”ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ کے نزول سے مراد دراصل ایک ایسے شخص کا ظہور ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے فضل وشرف میں مشابہ ہوگا یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہہ دیا جاتا ہے یہ محض تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے حقیقی شخصیات اس سے مراد نہیں ہوتیں“۔[۳]

اس حدیث سے یہ مراد لینا کہ ابن مریم نزول کے وقت امام نہیں ہوں گے بلکہ امام مسلمانوں میں سے کوئی اور ہوگا عقلاً بھی درست نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ مامور ہو کر تشریف لائیں مگر امام نہ ہوں۔ پس اس حدیث کے معنی اس کی دوسری روایت کے مطابق کرنے ہوں گے۔ جیسا کہ صحیح مُسلم میں اَمَّکُمْ مِنْکُمْ کے الفاظ ہیں جس کا مطلب ہے کہ تمہیں امامت کرانے والا امام تم میں سے ہی ہوگا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام مسلم اور امام مالک کی طرح امام بخاری نے بھی اپنی صحیح بخاری میں ایسی کوئی روایت قبول نہیں کی جس میں مہدی کا لفظ مذکور ہو بلکہ یہ روایت جس میں ایک ”امام“ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ہے بلحاظ صحت روایت قابل ترجیح سمجھی ہے، وہی امام جس نے مثیل ابن مریم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا تیرھواں خلیفہ ہونا تھا اور حضرت مسیح ناصری کی طرح تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں کے آغاز میں مسلمانوں کی اصلاح کا کام کرنا تھا اور یہی

خلیفہ وہ مہدی موعود ہے جس کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میری امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔[۴]

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ ہی وہ امتی مسیح موعودؑ اور امام مہدی ہیں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں اپنے زمانہ کے اس امام کو پہچاننے کی توفیق ملی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

حوالہ جات

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد۳ صفحہ ۲۸۰۔ از علامہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ (۲۹۳ھ) دارالاضواء بیروت

۲۔ تفسیر القرآن الکریم صفحہ ۲۶۹۔ از شیخ الاکبر علامہ محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ
مطبوعہ دارالاندلس بیروت

۳۔ خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب صفحہ ۲۶۳ تالیف سراج الدین ابوحفص عمر بن الوردی
(متوفّٰی ۷۴۹ھ) طبع ثانیہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۴۔ المعجم الصغیر جز اوّل صفحہ ۲۵۷۔ از علامہ طبرانی دارالفکر بیروت

۲۱

چانداورسورج کی آسمانی گواہی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ تَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ.

(سنن دار قطنی کتاب العیدین باب صفة صلوٰة الخسوف و الکسوف)

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر (حضرت امام علی زین العابدین کے صاحبزادے اور حضرت امام حسینؓ کے پوتے) روایت کرتے ہیں کہ ہمارے مہدی کی سچائی کے دونشان ایسے ہیں کہ جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے وہ کسی کی سچائی کے لئے اس طرح ظاہر نہیں ہوئے۔ چاندکواس کے گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ (یعنی ۱۳) کوگرہن ہوگا اور سورج کواس کے گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانی تاریخ (یعنی ۲۸) کوگرہن ہوگا اور جب سے اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ان دونوں کواس سے پہلے بطورنشان کبھی گرہن نہیں ہوا۔

تشریح: یہ حدیث علامہ قرطبی نے تذکرہ میں علامہ سیوطی نے الحاوی میں، علامہ ابن حجر ھیثمی نے القول المختصر میں بیان کی ہے ان کے علاوہ متعدد علماء سلف نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ شیعہ مکتب فکر کا بھی اس روایت پر اتفاق ہے۔[۱]

قرآن شریف میں بھی آخری زمانہ کے آثاروعلامات کے بیان میں چانداورسورج کے گرہن کا ذکرموجود ہے۔ (القیامہ: ۹ تا ۱۰) اس حدیث میں امام مہدی کی صداقت کے اس عظیم الشان نشان کی مزید تفصیل ہے جس کے ظہور سے قبل دنیا اس کی شدت سے منتظر تھی۔ چنانچہ یہ نشان عین چودھویں صدی کے سر پر رمضان ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۴ء میں ظاہر ہوا۔ چاند گرہن کی (۱۳، ۱۴، ۱۵)

قمری تاریخوں میں سے پہلی تاریخ ۱۳ کو رمضان مطابق ۲۳؍مارچ کو اور سورج گرہن کی قمری تاریخوں (۲۷، ۲۸، ۲۹) میں سے دوسری تاریخ ۲۸؍رمضان مطابق ۶؍اپریل کو ہوا۔[۲] شیعہ احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ نشان اہل بیت اور ان کے محبان میں اس قدر معروف ومشہور تھا کہ بعض مواقع پر امام محمد باقر نے سورج گرہن اور چاند گرہن کی تاریخیں بھول یا غلط فہمی سے الٹ بیان فرما دیں یعنی سورج گرہن کا مہینہ کے وسط میں اور چاند گرہن کا مہینہ کے آخر میں ذکر کیا تو سامعین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول (شاید ایسے نہیں) بلکہ سورج گرہن مہینہ کے آخر میں اور چاند گرہن مہینہ کے وسط میں ہوگا۔[۳]

نشان کی تاریخوں پر یہ اعتراض کہ یکم رمضان اور ۱۵؍رمضان کو گرہن لگنا چاہئے تھا، نہ صرف قرآن شریف بلکہ قانون قدرت پر اعتراض ہے جس کے مطابق چاند سورج گرہن کی ان تاریخوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی کیونکہ یہ سب سیارے اپنے مقررہ مستقل مدار پر گردش میں ہیں۔ (یٰسٓ: ۲۹ تا ۴۱) اور یوں بھی پہلی کے چاند کو ہلال کہتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمر کو گرہن لگنے کا ذکر فرمایا ہے۔ پس تاریخوں کا مسئلہ بھی خود اس نشان نے خاص تاریخوں میں ایک مدعی مہدویت کے وقت میں پورا ہو کر حل کر دیا۔ نشان کے پورا ہو جانے کے بعد اس حدیث کی صحت پر بودے اعتراضوں کی کوئی بھی حیثیت نہیں کیونکہ پیشگوئی اپنی سچائی خود ظاہر کر چکی ہے۔ جہاں تک اس حدیث کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچنے کا سوال ہے اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ ائمہ اہل بیت سے ان کی صداقت اور وجاہت ومرتبت کی وجہ سے سند کا تقاضا نہیں کیا جاتا تھا مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کے بلا سند اقوال رسول اللہؐ کی طرف منسوب کر دئے جاتے تھے بلکہ خود حضرت امام محمد باقر سے جب ان کی بلا سند حدیث کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے ہمیشہ کے لئے اپنی روایات کے متعلق یہ پختہ اصول بیان فرما دیا کہ میں جب کوئی حدیث بیان کرتا ہوں اور ساتھ اس کی سند بیان نہیں کرتا تو اس کی سند اس طرح ہوتی ہے کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار (علی زین العابدین) نے اور ان سے میرے جدِّ نامدار امام حسین علیہ السلام نے اور ان سے ان کے جدِّ امجد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپؐ سے جبریل علیہ السلام نے بیان کیا اور ان سے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا۔[۴]

جس طرح قانونی دستاویزات کا مطالعہ ان میں شامل وضاحتوں کی روشنی میں کرنا ناگزیر ہوتا

ہے بعینہٖ حضرت امام محمد باقر کی بلا سند روایات کا مطالعہ بھی ان کے سند سے متعلق اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق کرنا لازم ہے۔ مزید برآں یہ حدیث تو ایک غیبی امر پر مشتمل تھی پھر امام محمد باقر اپنے پاس سے کوئی پیشگوئی از خود کیسے گھڑ سکتے تھے اور پیشگوئی بھی ایسی جو تیرہ سو برس بعد مِنّ وعَنْ پوری ہو جائے ایسی کھلی کھلی غیب کی بات بتلانا بجز نبی کے کسی کا کام نہیں۔

پس بلاشبہ یہ ایک حیرت انگیز نشان ہے جو تیرہ صدیوں میں کبھی کسی مدّعیٔ مہدویّت کے حق میں ظاہر ہوا نہ کسی دعویدار نے اسے پیش کیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب کس شان اور تحدّی سے فرماتے ہیں:

> ''ان تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کے لئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا...... مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے''۔[۵]

حوالہ جات

۱؎ (i) تفسیر صافی جز اوّل صفحہ ۶۵ ۷ کتاب فروشی اسلامیہ تہران

(ii) اکمال الدین صفحہ ۶۱۴۔ از علامہ قمی مطبع حیدریہ نجف

۲؎ (i) سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷/اپریل ۱۸۹۴ء

(ii) سراج الاخبار ۱۱/جون ۱۸۹۴ء

۳؎ عقد الدّرر فی اخبار المنتظر صفحہ ۶۵۔ از علامہ یوسف بن یحیٰ الشافعی (۷ویں صدی) مطبع عالم الفکر قاہرہ

۴؎ کتاب الارشاد بحوالہ بحار الانوار از علامہ محمد باقر مجلسی مترجم جلد ۴ صفحہ ۱۷ محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی۔

۵؎ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۳ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳

۲۲

مسیح موعود اور امام مہدی کے مشترکہ کام

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ اَنَّہٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اللّٰہِ لَیَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَادِلًا فَلَیَکْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیَضَعَنَّ الْجِزْیَۃَ وَلَتُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا وَلَتَذْھَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَی الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُہٗ اَحَدٌ.

(مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مریم ضرور بالضرور حکم عدل بن کے تشریف لائیں گے اور لازماً وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور اونٹنیاں ضرور متروک ہو جائیں گی اور ان کو تیز رفتاری کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور مسیح موعودؑ کے ذریعہ کینہ اور بغض وحسد دور کر دئے جائیں گے اور وہ مال کی طرف بلائے گا مگر کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔

تشریح: بخاری ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی میں بھی یہ روایت الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ موجود ہے اور اس کی صحت پر ان سب محدثین کا اتفاق ہے۔ اس روایت میں ایک علامت ایسی بیان ہوئی ہے جو دیگر تمام علامات کے زمانہ کی تعیین کرنے میں راہنمائی کرتی ہے اور وہ اونٹوں کا استعمال تیز رفتاری کے لئے متروک ہو جانا ہے۔ قرآن شریف میں آخری زمانہ کے نشان بیان کرتے ہوئے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (تکویر:۵) میں اسی طرف اشارہ تھا کہ جب گابھن اونٹیاں متروک ہو جائیں گی۔ گزشتہ ایک صدی سے کچھ زائد عرصہ سے جب جدید سواریاں موٹریں، ریل، جہاز وغیرہ ایجاد ہوئے ہیں یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور آج اونٹ جسے صحراء کا جہاز کہا جاتا تھا تیز رفتاری کے

لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ پس دیگر علامات کے ظہور کا بھی یہی زمانہ ہے بشرطیکہ بصیرت سے کام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فصیح و بلیغ کلام سمجھا جائے۔

حدیث کی دیگر نشانیوں میں مسیح موعودؑ کا حکم عدل ہونا بھی لکھا ہے یعنی وہ عدل وانصاف کے ساتھ امّت کے مذہبی اختلافات کا آخری فیصلہ سنائے گا۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کے بڑے کام صلیب توڑنا اور خنزیر قتل کرنا بیان ہوئے ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس جگہ مجھ پر فیض الٰہی سے یہ معنی کھولے گئے ہیں کہ کسر صلیب سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کا اظہار ہے جو وہ کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ ؑ کو صلیب پر مار دیا تھا۔ [١] ان کے دلائل کو توڑنا ہی عیسائی مذہب کی شکست ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ احادیث میں مسیح اور مہدی کے کام بھی ایک جیسے ہی بیان ہوئے ہیں جس سے اس امر کو مزید تقویت ملتی ہے کہ یہ ایک ہی وجود کے دو لقب ہیں۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ [٢] اور علامہ ابن حجر ھیثمی نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ مسیح و مہدی کے مقاصد ایک ہی ہیں۔ [٣] چنانچہ مہدی کا ایک کام کسر صلیب بھی بیان کیا گیا ہے۔ [٤]

اس علامت سے یہ بھی پتہ چلا کہ الٰہی تقدیر کے مطابق مسیح موعودؑ کی آمد عیسائیت کے غلبہ کے زمانہ میں مقدر تھی اور اس نے دلائل قویہ اور براہین قاطعہ سے اسلام کو عیسائیت پر غالب کر دکھانا تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ و مہدی موعود کی ایک عظیم الشان خدمت یہی ہے کہ آپ نے عیسیٰ بن مریم کی وفات قرآن و حدیث اور بائیبل سے ثابت کر کے عیسائیت کے عقائد الوھیت اور تثلیث وغیرہ توڑ کر رکھ دیئے۔ چنانچہ دیوبندی عالم مولوی نور محمد صاحب نقشبندی نے تسلیم کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے وفات مسیح کے حربہ سے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔ [٥]

جزیہ موقوف کرنے میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ وہ مسیح موعودؑ مذہب کی خاطر جنگ نہیں کریں گے۔ تلوار نہیں اٹھائیں گے جیسا کہ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں یَضَعُ الْحَرْبَ کے الفاظ ہیں۔ جس میں یہ پیشگوئی تھی کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جہاد بالسّیف کی شرائط پوری نہیں ہوں گی۔ اس لئے مسیح موعودؑ دلائل کی قوت سے اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرے گا اور انہیں شکست فاش دے گا۔ مہدی کے بارہ میں بھی یہی علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی کہ وہ خون

نہیں بہائے گا۔[۶] شیعہ کتب میں بھی امام مہدی کے وقت جنگوں کے موقوف ہونے کا ذکر ہے۔[۷] یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ کے ظاہری معنی کرنا کہ مسیح جنگلی خنزیر قتل کرتا پھرے گا ایک مضحکہ خیز بات ہے جو شان نبوت کے بھی منافی ہے۔ قرآن شریف میں بدکردار یہودیوں کو بندر اور خنزیر قرار دیا گیا ہے۔ (المائدہ:۶۵) چنانچہ علامہ راغب اصفہانی کے نزدیک خنزیر سے مراد مخصوص جانور کے علاوہ اخلاق وعادات میں اس کے مشابہ لوگ بھی ہیں۔[۸] علم رؤیا میں قتل خنزیر کی تعبیر یہ ہے کہ ظالم دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا۔[۹]

حدیث میں آخری زمانہ کے علماء کو بھی ان کے بدخصائل نقالی، بدعملی اور جھوٹ وغیرہ کے باعث بندر اور سؤر کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔[۱۰] پس مسیح موعودؑ کے خنزیر قتل کرنے سے مراد دشمنان اسلام کو علمی میدان میں شکست دے کر غلبہ حاصل کرنا، دعا اور مباہلہ کے نتیجہ میں انہیں ہلاک کرنا تھا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ پر آنے والے کئی دشمنان اسلام مثلاً عیسائی لیڈر ڈاکٹر ڈوئی، پادری عبداللہ آتھم آریہ پنڈت لیکھرام اور دیگر کئی معاندین ہلاک ہوئے۔

اس حدیث کے یہ الفاظ کہ مسیح موعودؑ مال کی طرف بلائے گا اور کوئی اسے قبول نہ کرے گا اس سے مراد بھی دنیوی مال نہیں ہوسکتا جس سے انسان کبھی بھی انکار نہیں کرتا جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ انسان کے پاس سونے کی ایک وادی بھی ہو تو وہ دوسری وادی کا تقاضا کرے گا اور اس کا پیٹ سوائے مٹی کے کوئی چیز نہیں بھرتی۔[۱۱]

پس مال سے مراد یہاں روحانی خزانے، قرآنی معارف اور دین کے حقائق ہیں جن سے دنیا والے دور بھاگتے ہیں اور دنیا کی طمع وحرص میں دین اور روحانیت قبول نہیں کرتے اور آج دنیا کی یہ حالت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دنیا کی چمک دمک اور مادیت کے اس دور میں جب دنیا عبادت سے بے بہرہ اور خدا کو بھول چکی ہے، خدا کی اطاعت اور عبادت میں کیا ہوا ایک سچا سجدہ بھی بلاشبہ بہت عظمت رکھتا ہے۔ پس جو لوگ یہ روحانی خزائن قبول کریں گے ان کی کایا پلٹ جائے گی ان میں اسلامی اخوت اور بھائی چارے کا نظام قائم ہوگا جو کینہ، حسد اور بغض سے پاک ہوگا اور خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ عالمگیر کے ذریعہ دنیائے احمدیت میں ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے۔

بعض روایات میں حَتّٰی یَکْثُرَ فِیْکُمُ الْمَالُ فَیَفِیْضَ کے الفاظ بھی ہیں۔[۱۲] جن کا مطلب یہ ہے کہ تنگدست عربوں میں بالخصوص اور اقوام عالم میں بالعموم مال کی فراوانی ہوگی آج یہ معنی بھی

پوری شان سے ظاہر ہورہے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عمدۃ القاری شرح بخاری از علامہ بدرالدین عینی جلد۵ صفحہ۵۸۴ دارالطباعہ عامرہ مصر

۲۔ مسند احمد جلد۲ صفحہ۴۱۱ دارالفکر بیروت

۳۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ۴۲ مکتبہ القرآن ۳ شارع قماش بولاق قاہرہ

۴۔ مستدرک حاکم جلد۴ صفحہ۵۳۶ مکتبہ النصر الحدیثیہ۔ ریاض

۵۔ دیباچہ ترجمہ قرآن مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ۳۰ مطبوعہ کتب خانہ رشیدہ دہلی

۶۔ سنن الدّانی صفحہ۹۵۔ از علامہ ابوعمرو بحوالہ عقد الدرر فی اخبار المنتظر صفحہ۶۳ مطبع عالم الفکر قاہرہ

۷۔ بحارالانوار جلد۱۹ صفحہ۱۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۹۸۳ء

۸۔ مفردات راغب از علامہ راغب اصفہانی صفحہ۱۵۹ مطبع میمنیہ مصر

۹۔ الاشارات فی علم العبارات از علامہ ابن شاہین برحاشیہ تعطیر الانام جز ثانی صفحہ۱۷۹ مکتبہ محمد علی ملیحی۔ قاھرہ۔ مصر

۱۰۔ کنز العمال جلد۷ صفحہ۱۹۰۔ مطبوعہ دائرہ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۱۴ھ

۱۱۔ بخاری کتاب الرقاق باب مایتقی من فتنه المال

۱۲۔ بخاری کتاب الاستسقاء باب فی الزلازل و الایات

۲۳

غلبہ حق بر ادیانِ باطلہ

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَذْھَبُ اللَّیْلُ وَالنَّھَارُ حتّٰی تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُ لَاَظُنُّ حِیْنَ اَنْزَلَ اللّٰہُ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ اِنَّ ذٰلِکَ تَامًّا قَالَ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ مِنْ ذٰلِکَ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً فَتَوَفّٰی کُلَّ مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حبَّۃِ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَیَبْقٰی مَنْ لَا خَیْرَ فِیْہِ فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی دِیْنِ اٰبَائِھِمْ.

(مسلم کتاب الفتن باب لا تقوم السّاعۃ حتّٰی تعبددوس)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ دن رات ختم نہیں ہوں گے (یعنی قیامت نہیں آئے گی) یہاں تک کہ لات وعُزّٰی کی پھر پرستش کی جائے گی میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! جب قرآن شریف کی یہ آیت اتری کہ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے خواہ مشرک اسے ناپسند ہی کریں تو میں یہ خیال کرتی تھی کہ یہ (غلبہ) مکمل اور (دائمی) ہے۔آپ نے فرمایا۔غلبہ جب تک خدا چاہے گا رہے گا۔پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشگوار ہوا چلائے گا اور ہر وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے وفات پا جائے گا اور صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی بھلائی نہیں اور وہ اپنے آباؤ اجداد کے مشرکانہ دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔(اور پھر لات وعُزّٰی کی دوبارہ پرستش ہوگی)

تشریح: امام حاکم اور علامہ بغوی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔شیعہ مسلک میں بھی اس مضمون کی روایات ملتی ہیں۔سورۃ توبہ (آیت:۳۳) میں اسلام کے تمام ادیان پر جس غلبہ کا ذکر ہے یہ وہ حقیقی اور دائمی غلبہ ہے جو دلیل اور حُجّت کی رو سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰ مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ (الانفال:۴۳) کہ ہلاک ہو جائے وہ جو دلیل سے ہلاک ہوا اور زندہ رہے وہ جو دلیل کے ساتھ زندہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تکمیل ہدایت قرآنی کے ساتھ سرزمین عرب میں موجود مذاہب یہودیت عیسائیت اور مشرکین وغیرہ پر ظاہری رنگ میں بھی مسلمانوں کو اقتدار اور غلبہ نصیب ہوا کہ یہ قیام شریعت کا بنیادی تقاضا تھا اور دلیل وحجت کے لحاظ سے بھی ان مذاہب کو ملزم ٹھہرایا گیا کہ یہ اسلام کا آخری مقصد تھا لیکن دنیا کے تمام ادیان پر حجت وبرہان کی رو سے اس غلبہ کی تکمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور خادم مسیح ومہدی کے زمانہ میں ہی مقدر تھی یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیرنظر حدیث میں بیان کردہ حضرت عائشہؓ کی اس بات سے اتفاق فرمایا کہ اسلام ضرور غالب آئے گا اس عارضی غلبہ کی تکمیل بعد میں ہوگی۔چنانچہ شیعہ اور اہلسنت مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ غلبہ مسیح موعود اور امام مہدی کے وقت میں ہوگا۔[1]

اور چونکہ یہ غلبہ حُجّت وبرہان کے ذریعہ مقدر تھا اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یَضَعُ الْحَرْبَ کی پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسیح موعود ومہدی تلوار سے جنگ کی بجائے دلائل سے صلیبی مذہب پاش پاش کر دکھائے گا اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ مسیح کے سانس سے کافر مریں گے اور اس کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کی نظر ہوگی۔[2] اس سے ظاہری موت اس لئے مراد نہیں لی جاسکتی کہ اگر سارے کافر مسیح کے دم سے ہی مر جائیں گے تو آپ پر ایمان کون لائے گا۔پس اس کے یہی معنی ہیں کہ مسیح دلائل قویہ اور براہین قاطعہ سے کفار کو ہلاک کرے گا اور حدیث وَیُهْلِکُ اللّٰهُ فِیْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ کُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامُ [3] کے ظاہری معنے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو ہلاک کر دے گا قرآن شریف کے خلاف ہیں۔کیونکہ قرآن میں یہود ونصاریٰ کے قیامت تک باقی رہنے کا ذکر موجود ہے۔پس رسول اللہؐ کی اس پیشگوئی کا بھی یہی مطلب ہے کہ اسلام کو تمام مذاہب پر علمی وروحانی غلبہ عطا کیا جائے گا جس کا آغاز اس زمانہ کے مسیح ومہدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعہ ہو چکا اور جس کے واضح آثار جماعت احمدیہ کی

خلافتِ خامسہ کے دور میں افقِ عالم پر ہر صاحب بصیرت دیکھ سکتا ہے۔

حوالہ جات

ا۔ (الف) تفسیر مجمع البیان فی تفسیر القرآن جلد۵ صفحہ ۲۴۔ از علامہ طبرسی احیاء التراث العربی بیروت لبنان

(ب) تفسیر مظہری جلد۴ صفحہ ۱۹۵ مطبع فاروقی پریس دہلی

۲۔ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال

۳۔ ابوداؤد کتاب الملاحم باب ذکر الدجال

۲۴

قیامت سے پہلے دس نشانات

عَنْ حُذَیْفَةَ ابْنِ اَسِیْدِ الْغِفَارِیّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِطَّلَعَ النَّبِیُّ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ نَتَذَا کَرُ فَقَالَ مَا تَذَاکَرُوْنَ قَالُوْا نَذْکُرُالسَّاعَةَ قَالَ اِنَّھَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْنَ قَبْلَھَا عَشْرَ اٰیَاتٍ فَذَکَرَا لدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِھَا وَنُزُوْلَ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ وَ ثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِکَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْیَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰی مَحْشَرِ ھِمْ.

(مسلم کتاب الفتن باب فی الاٰیات الّتی تکون قبل السّاعة)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ بن اسید الغفاری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم باہم گفتگو میں مصروف تھے آپ نے فرمایا کیا باتیں کر رہے ہو ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ اس سے پہلے تم دس نشان دیکھ لو آپؐ نے دخان، دجال، دابّہ، مغرب سے سورج کے طلوع، نزول عیسٰی بن مریم، یاجوج ماجوج اور تین خسوف مشرق ومغرب اور جزیرہ العرب میں بیان فرمائے اور دسویں چیز ایک آگ بیان فرمائی جو یمن سے ظاہر ہوگی اور لوگوں کو ان کے اکٹھا ہونے کی جگہ کی طرف ہانکے گی۔

تشریح: امام حاکم نے یہ حدیث صحیح قرار دی ہے۔[1] اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں قیامت سے قبل ظاہر ہونے والے ان نو نشانات کی ترتیب مختلف بیان کی گئی ہے اسی طرح ایک اور روایت میں دجال کے ساتھ دسویں نشانی یاجوج ماجوج کا بھی ذکر ہے۔اس جگہ یہ نشانات ایک طبعی

اور واقعاتی ترتیب سے بیان کئے جائیں گے جن میں

(i) مسیح موعودؑ کا ظہور مرکزی نشانی ہے باقی تمام نشانیاں گویا اس کے گرد گھومتی ہیں، جن کا کمال شان کے ساتھ اس زمانے میں پورا ہو جانا ثابت کرتا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کی نشانی بھی پوری ہو چکی ہے جس کے مدعی حضرت مرزا صاحب موجود ہیں اور وہ یہ تمام نشان اپنے حق میں پیش بھی فرما چکے ہیں۔

(ii تا iii) دجال اور یاجوج ماجوج سے ترقی یافتہ مغربی اقوام اور بالخصوص مسیحی قوم کے دنیوی اور دینی علماء مراد ہیں جن کی مذہبی اور دینی شکست دلائل کے میدان میں مسیح موعودؑ کے ذریعہ مقدر تھی سو اسلام کے بطل جلیل حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ یہ دونوں نشان بڑی شان سے پورے ہو چکے ہیں۔

(iv) مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مغرب سے سورج کے طلوع کا ایک مطلب یہ تھا کہ یورپ سے علم کا سورج چڑھے گا جس سے دنیا روشنی پائے گی۔ دوسرے مغرب سے طلوع آفتاب کا گہرا تعلق مغربی اقوام کی مذہبی و دینی شکست سے بھی ہے جس کے نتیجہ میں مسیح موعودؑ کی جماعت کے غلبہ کا سلسلہ مغرب میں شروع ہونا تھا اور مغرب سے اسلام کے روحانی سورج نے طلوع کرنا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ''آفتاب کے مغرب سے طلوع کرنے سے مراد جیسا کہ ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مغربی ممالک آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا''۔[۲]

اور پھر فرمایا:-

> ''خدا نے میرے ذریعہ اسلام کے سورج کو جبکہ وہ غروب ہو رہا تھا پھر مغرب سے طلوع کیا''۔[۳]

آج سے سو سال قبل شاید کوئی اس حقیقت سے انکار کر دیتا جب مغرب میں احمدیت کا آغاز ہو رہا تھا لیکن آج یورپ میں یہ نشان جس شان سے ظاہر اور پورا ہو رہا ہے اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔

(v) دخان کے معنی دھوئیں کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس سے عرب میں

ظاہر ہونے والے قحط کا نشان مراد لیا گیا تھا۔[۴] آخری زمانہ کی نشانیوں میں بائیبل میں بھی کال پڑنے کی خبر تھی جو اس زمانہ میں پوری ہوئی۔اس کے علاوہ دخان کے ظاہری معنی کے لحاظ سے دھوئیں کا نشان بھی اس زمانہ میں مختلف شکلوں میں پورا ہو چکا ہے۔ایٹم بم کے دھوئیں کی صورت میں بھی اور جدید مشینوں، سواریوں اور کارخانوں کے ایندھن کے جلنے سے پیدا ہونے والے دھوئیں کی صورت میں بھی۔جس کے نتیجہ میں فضائی آلودگی (Pollution) آج کے دور کا ایک خوفناک مسئلہ بن چکی ہے۔

(vi) دابّۃ کے معنی جانور یا کیڑے کے ہیں،قرآن شریف میں اس کا ذکر ہے کہ جب لوگوں پر فرد جرم عائد ہو جائے گی تو ہم ایک ایسا کیڑا پیدا کریں گے جو ان کو کاٹے گا کیونکہ لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔(النمل:۳۰) نواس بن سمعان کی روایت میں مسیح موعودؑ کی تشریف آوری اور ان کے محصور ہو جانے کے وقت ان کے مخالفین کی گردنوں میں ایک کیڑے کے پیدا کرنے کا ذکر ہے جس سے وہ کثرت سے ہلاک ہوں گے۔[۵] علامہ توربشتی (متوفی ۶۳۰ھ) نے بھی اس کیڑے سے طاعون کا کیڑا مراد لیا ہے۔[۶] شیعہ روایات میں بھی امام مہدی کے زمانہ کی نشانی سرخ موت (یعنی جنگ) اور سفید موت یعنی طاعون بیان کی گئی ہے۔[۷]

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق امام مہدی کی صداقت کے لئے چاند اور سورج گرہن کا نشان رمضان کی خاص تاریخوں میں ظاہر ہوا تو حضرت مرزا صاحب کو بتایا گیا کہ اگر لوگوں نے اس نشان سے فائدہ نہ اٹھایا تو ان پر ایک عام عذاب نازل ہوگا۔ پھر ۱۸۹۸ء میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ فرشتے پنجاب کے مختلف مقامات پر سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔آپ کو عالم کشف میں ایک کیڑا دکھایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ طاعون کا کیڑا ہے۔اس کا نام دابّۃ الارض اس لئے رکھا گیا کہ زمین کے کیڑوں سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے۔دوسرے اس سے یہ اشارہ تھا کہ یہ کیڑا بطور سزا اس وقت نکلے گا جب مسلمان اور ان کے علماء زمین کے طرف جھک کر خود دابّۃ الارض یعنی زمینی کیڑے بن جائیں گے۔[۸]

چنانچہ پیشگوئی کے مطابق یہ دابہ الارض ظاہر ہوا۔بمبئی سے طاعون کا آغاز ہوا مگر جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمایا تھا کہ پنجاب میں بہت سخت طاعون پڑے گی بعد میں ایسا ہی

ظہور میں آیا اور ایک غیر معمولی طویل دورہ طاعون کا ہوا جس کی مثال نہیں ملتی۔ایک ہفتہ میں تیس تیس ہزار اموات ہوئیں اور ایک سال میں کئی لاکھ آدمی مر گئے اور ہر سال طاعون میں شدت آتی چلی گئی۔[۹] لاکھوں آدمیوں نے یہ قہری نشان دیکھ کر حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعودؑ و مہدی موعود قبول کیا۔اس نشان کی عجیب علامت یہ تھی کہ اس وقت تک طاعون کا زور نہیں ٹوٹا جب تک حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس کا اعلان نہ فرما دیا۔

(vii تا ix) اس حدیث میں مذکور تین نشانات کا تعلق مشرق۔مغرب اور جزیرہ عرب میں خسف سے ہے۔خسف کے معنی زمین میں دھنس جانے کے ہیں۔قرآن شریف میں بھی قارون کے اپنے گھر سمیت زمین میں دھنس جانے کے لئے یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔گویا حدیث میں ان خوفناک زلازل کی طرف اشارہ ہے جن کا سلسلہ مشرق و مغرب پر محیط ہوگا اور قیامت سے قبل خاص طور پر مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونے والے تھے۔بعض اور احادیث میں بھی امام مہدی کی بشارت کے ساتھ زلازل کی خبر بھی دی گئی ہے۔[۱۰] انجیل میں بھی مسیح کی بعثت ثانی کے وقت بڑے بڑے بھونچال آنے کا ذکر ہے۔[۱۱] حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے بعد دنیا کو متنبّہ کیا کہ:

> ”خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے“۔[۱۲]

جہاں تک عرب دنیا کا تعلق ہے آٹھویں صدی ہجری میں مدینہ منورہ میں ایک سخت زلزلہ آیا جس کے بعد لاوے سے ایسی آگ بھڑکی کہ جمعرات کی رات سے جمعہ کی صبح تک بھڑکتی رہی۔[۱۳]

۱۸۹۱ء میں مشرقی دنیا کے ایک ملک جاپان میں زلزلہ سے آٹھ ہزار اموات ہوئیں اور ایک لاکھ ۹۷ ہزار مکانات تباہ ہوئے۔۱۸۹۷ء میں آسام ہندوستان میں سخت ہولناک زلزلہ آیا۔ ۱۹۰۲ء میں ویسٹ انڈیز میں ہیبت ناک زلزلہ سے چالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔۱۹۰۵ء میں کانگڑہ کے زلزلے میں ۲۰ ہزار اموات ہوئیں اور چھ لاکھ مربع میل تک جھٹکے محسوس کئے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں مغربی دنیا کے ملک سان فرانسسکو امریکہ میں زلزلہ سے ایک ہزار افراد ہلاک ہوئے اور ۲۰ کروڑ ڈالر کی جائیداد تباہ ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بجا طور پر دنیا کو متوجہ کیا کہ:

''بحالت مجموعی تاریخ میں دیکھا جائے تو ایسا سلسلہ زلازل جو تمام دنیا پر محیط ہو گیا ہو۔کبھی نظر نہیں آتا''۔[۱۴]

چنانچہ یہ حقیقت غیروں نے بھی تسلیم کی، کانگڑہ کے زلزلہ کا ذکر کرتے ہوئے پیسہ اخبار نے لکھا:

''جب سے مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے تب سے ایسے اثرات وبائی امراض اور زلزلے آنے لگے ہیں اس سے پیشتر ایک صدی کی تاریخ کو بغور دیکھا جاوے تو اس صدی میں کسی ایک صدمے کا آنا معلوم نہیں ہوتا''۔[۱۵]

(x) قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والا دسواں نشان وہ آگ بیان کی گئی ہے جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ان کے حشر کی جگہ کی طرف ہانکے گی۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک ایسی آگ ہو گی جو عدن (یمن کا شہر) کی تہ سے نکلے گی جو لوگوں کو حشر کی طرف ہانکے گی جو چیونٹیوں اور کیڑوں مکوڑوں کو بھی جمع کر دے گی۔ اپنی ہولناک علامات کے لحاظ سے یہ وہ آخری نشانی معلوم ہوتی ہے جو قیامت سے قبل ظاہر ہو گی چنانچہ ملا علی القاری نے لکھا ہے کہ اس میں بڑے حشر (قیامت) کی طرف اشارہ ہے جہاں کفار کو ہانک کر لے جایا جائے گا۔[۱۶] اس لئے پہلی نو نشانیوں کے پورا ہو جانے کے بعد قرب قیامت اور یوم حشر کی آخری نشانی کی طرف بسرعت سفر کرتے ہوئے دنیا کو خدا کا خوف اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے وہ مہدی برحق قبول کر لینا چاہئے پہلے اس سے کہ قیامت آجائے۔ یمن کے شہر عدن کے جغرافیہ میں خاموش آتش فشاں پہاڑوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔[۱۷] اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے دنیا کی آخری تباہی کا آغاز کہاں سے ہونے والا ہے؟

حوالہ جات

۱۔ مستدرک حاکم جلد۴ صفحہ ۴۲۸ مکتبہ النصر الحدیثیہ ریاض

۲۔ ملخص از ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۳۷۶، ۳۷۷

۳۔ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۶۷ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۳ (ترجمہ از عربی)

۴۔ بخاری کتاب التفسیر سورۃ دخان

۵۔ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال

۶۔ عقائدمجدّ دیہ الصراط السوی ترجمہ عقائدتو ربشتی از علامہ شہاب الدین تو ربشتی
مترجم از مولوی اختر محمد خان تاجر کتب منزل نقشبندیہ کشمیری بازار لاہور
۷۔ اکمال الدین صفحہ ۹۸۱ مطبع حیدریہ نجف
۸۔ نزول المسیح صفحہ ۳۹ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۱۶ تا ۴۲۱
۹۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا زیر لفظ پلیگ جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۹۔ ایڈیشن ۱۹۵۱ء
۱۰۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۰۔ از علامہ ابوالحسن الاربلی۔ دار الاضواء بیروت
۱۱۔ لوقا ۲۱/۱۱
۱۲۔ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۵۶
۱۳۔ فتح الباری از علامہ ابن حجر جز ۱۳ صفحہ ۸۰ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۱۴۔ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۸ جدید ایڈیشن
۱۵۔ پیسہ اخبار یکم مئی ۱۹۰۵ء
۱۶۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۱۸۸ مکتبہ میمنیہ مصر
۱۷۔ اردو دائرہ المعارف الاسلامیہ صفحہ ۸ دانش گاہ پنجاب لاہور

۲۵

اہلِ مشرق کی سعادت مندی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحٰرِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَیْدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَیُوَطِّئُوْنَ لِلْمَھْدِیِّ یَعْنِیْ سُلْطَانَہٗ.

(ابن ماجه كتاب الفتن باب خروج المهدى)

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ بن حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو امام مہدی کے لئے راہ ہموار کریں گے اور ان کے غلبہ کے لئے خدمات انجام دیں گے۔

تشریح: اہلسنت کے علاوہ یہ حدیث شیعہ مسلک کے نزدیک بھی مسلّم ہے اور علامہ ابوعبداللہ الکنجی الشافعی نے اس کی صحت پر اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ثقہ اور مسلّمہ راویوں نے اسے روایت کیا ہے۔[۱]

اس حدیث سے بھی اہل مشرق کی سعادت مندی کا پتہ چلتا ہے کہ انہیں آغاز میں امام مہدی کے لئے راہ ہموار کرنے اور غلبہ حق میں ان کے انصار بننے کی توفیق ملے گی۔ دیگر احادیث میں بھی مہدی اوران کے انصار واعوان کا علاقہ مشرق کی سرزمین قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم کی حدیث میں ابن مریم کا نزول دمشق کے مشرق میں بتایا گیا ہے اور ظہورِ دجّال کا علاقہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی سرزمین بیان فرمایا جہاں اس کا روحانی مقابلہ مسیح ومہدی نے آکر کرنا تھا۔ بعض اور روایات سے مسیح موعودؑ کے ان اصحاب اہلِ مشرق کی عظمت ومرتبت کا اشارہ ملتا ہے۔ حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (جہنم کی) آگ سے محفوظ اور آزاد کر دیا ہے۔ ایک وہ جماعت جو (پہلی دفعہ)

ہندوستان سے جہاد کرے گی اور دوسرے وہ لوگ جو عیسیٰ بن مریم (مسیح موعود) کے اصحاب ہوں گے۔[۲]

مسیح موعودؑ کے ان اصحاب خاص کی تعداد احادیث میں ۳۱۳ بیان ہوئی ہے اوران کی صفات یہ لکھی ہیں کہ اللہ ان کے دلوں میں الفت پیدا کردے گا (یعنی متحد ہوں گے) اور وہ کسی سے خوف نہیں کھائیں گے اور جواُن میں داخل ہوگا اس پر اترائیں گے نہیں (یعنی خدا پر کامل بھروسہ ہوگا)[۳]

پس انہی نوشتوں کے عین مطابق اس زمانہ میں مشرق یعنی ہندوستان کے ملک میں ہی مہدی کا آنا مقدر تھا سو یہ خوش نصیبی اہلِ مشرق کے حصہ میں آئی۔ مہدی کے ۳۱۳ ساتھیوں کا ذکر شیعہ لٹریچر میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابوعبداللہ جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ مہدی کے ساتھ کتنے لوگ نکلیں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳ ہوں گے۔ اس طرح مہدی کے اصحاب کی صفات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کے علاقے اور وطن مختلف ہوں گے مگر ان کے مقاصد ایک ہوں گے۔[۴]

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ان تین صد تیرہ اصحاب کے نام انجام آتھم میں ۱۸۹۶ء میں شائع فرمادئے تھے اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نے اس پہلو سے بھی آپ کی تصدیق فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ تین سو تیرہ اصحاب موجود ہیں جو آپ کی سچائی کی نشانی ہے۔[۵]

حوالہ جات

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد۳ صفحہ ۲۷۸۔ از علامہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ الاربلی دارالاضواء بیروت

۲۔ نسائی کتاب الجہاد باب غزوۃ الہند

۳۔ مستدرک حاکم جلد۴ صفحہ ۵۵۴ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۴۔ بحارالانوار جلد۵۳ صفحہ ۳۱۰ داراحیاء التراث العربی بیروت

۵۔ اشارات فریدی جلد۳ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مفید عالم پریس آگرہ ۱۳۲۰ھ

۲۶

غلاموں کے آقا کا اظہارِ محبت وشوق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ...... قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّا قَدْ رَأَیْنَا اِخْوَانَنَا قَالَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْنَا بِاِخْوَانِکَ؟ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ وَاِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ لَمْ یَاْتُوْا بَعْدُ وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَی الْحَوْضِ ...... الخ

(مسند احمد بن حنبل جلد۲ صفحہ۳۰۰ دار الفکر العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔

میری دلی تمنا ہے کہ کیا ہی خوب ہوتا جو ہم اپنے بھائیوں کو ان آنکھوں سے دیکھ لیتے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم تو میرے صحابہؓ ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیشرو ہوں گا۔

تشریح: یہ حدیث علامہ سیوطی نے صحیح قرار دی ہے۔[1]

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ قبرستان تشریف لے گئے اور اہل قبور کو سلام کیا پھر آخری زمانہ کی جماعت آخرین کا ذکر خیر کر کے ان کے لئے جس والہانہ محبت کا اظہار کیا وہ یقیناً قابلِ رشک ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان افراد کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا کبھی تم پنج کلیان گھوڑے (جن کے پاؤں اور پیشانی پر سفیدی کے نشان ہوتے ہیں) کالے سیاہ گھوڑوں کے درمیان دیکھو تو پہچان لوگے یا نہیں۔ صحابہؓ نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن وضو کی وجہ سے میرے ان امتیوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیشرو

ہوں گا۔اس کے بالمقابل وہ لوگ جنہوں نے آپ کی تعلیم چھوڑ دی ان کے لئے آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سے دور رہنے کا ارشادفرمایا جس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے۔
اس آخری جماعت کی خوبیوں، نیک صفات اور مقام کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر بار ہا بڑی محبت سے اسے یاد کیا چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ابو مُحیرِیز بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک صحابی ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سناؤ جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوانہوں نے کہا ہاں میں آپ کو ایک بہت اچھی حدیث سناتا ہوں ایک صبح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بھی ہمارے ساتھ شریک طعام تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ہم سے بھی بہتر ہوگا؟ ہم نے اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی اور آپ کے ساتھ دینی خدمات اور جہاد میں شرکت کی آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہوگی وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔[۲] گویا مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لانا اور میرے نام کی خاطر قربانیاں کرنا یہ اس جماعت کا خاص مقام ہوگا اور اس وجہ سے وہ بڑی شان کی حامل ہوگی۔
پس کتنے سعادت منداور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے امام وقت مسیح ومہدی کے ذریعہ آپ کے آقا ومطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر از سرنو ایمان تازہ کیا اور آپ سے سچی محبت اور کامل اطاعت کی برکت سے دین حق کی راہ میں جان و مال اور وقت کی قربانیوں کی توفیق پائی اور پا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں عظیم الشان دینی فتوحات کے سلسلے جاری وساری ہیں۔
وَ بِاللهِ التَّوْفِيْق۔

حوالہ جات

۱ الجامع الصغیر از علامہ سیوطی جز۲ صفحہ ۱۹۵ مکتبہ اسلامیہ لاہور

۲ مسند دارمی کتاب الرقاق باب فضل آخر ھٰذِہٖ لامّۃ

۲۷

اہلِ بیتِ رسولؐ

عَنْ مُصْعَبَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ.

(مستدرک کتاب معرفۃ الصّحابہ ذکر سلمان الفارسی)

ترجمہ: حضرت مصعبؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان (فارسی) ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

تشریح: اس روایت پر سنی وشیعہ مکاتب فکر متفق ہیں۔ [۱]

حضرت سلمان فارسیؓ ملک فارس کے عجمی باشندے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف ان کی نیکی وتقویٰ اوراطاعت وزہد دیکھ کرانہیں اپنا حقیقی روحانی اہل بیت قرار دیا دوسری طرف آخری زمانہ میں ایمان قائم کرنے والے مرد کامل کوسلمان کی قوم میں سے قرار دے کر بتادیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اہل بیت سے ہوگا۔ مہدی کا جسمانی اہلِ بیت سے ہونا اس لئے بھی بعید از قیاس ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں آنے والے عیسیٰؑ ابن مریم کومہدی قرار دیا ہے۔ قرآن شریف میں پسر نوحؑ کواس کے اعمال بد کی وجہ سے اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْـــلِکَ فرما کرحضرت نوحؑ کے اہل بیت سے خارج کر دیا گیا۔ (ھود:۴۷) جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل بیت کا حقیقی اور مضبوط رشتہ روحانی ہی ہے۔ اہلِ بیت کے اس مفہوم کی تائید بعض دیگراحادیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ آپ کی آل (اہل بیت) کون ہیں آپ نے فرمایا ہر متقی میرا اہلِ بیت ہے اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنْ اَوْلِیَـاءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:۳۵) یعنی بیت اللہ کے حقیقی ولی متقی لوگ ہی ہیں۔

امام مہدی کے اہل بیت میں سے ہونے کا مسئلہ یہ حدیث خوب واضح کر دیتی ہے جس میں ایک قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کے روحانی معنی مراد لئے اور سب متقی لوگوں کو اپنا اہل بیت قرار دیا بے شک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خونی رشتہ رکھتے ہوئے جسمانی طور پر آپ کے اہل بیت میں شامل ہونا بھی بہت بڑی سعادت ہے۔ مگر جب روحانی رشتہ بھی ساتھ موجود ہو تو پھر یہ دوہری سعادت ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص تقویٰ اختیار کرے وہ اہل بیت میں سے ہے اور حضرت امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ جو ہم سے محبت کرے وہ اہل بیت میں سے ہے۔[۲]

مشہور عرب شاعر نشوان حمیری نے کیا خوب کیا ہے۔

اٰلُ النَّبِيِّ هُمُ اَتْبَاعُ مِلَّتِهٖ

مِنَ الْاَعَاجِمِ وَالسُّوْدَانِ وَالْعَرَبِ

لَوْلَمْ يَكُنْ اٰلُهٗ اِلَّا قَرَابَتَهٗ

صَلَّى الْمُصَلِّيْ عَلَى الطَّاغِيْ اَبِيْ لَهَبِ

یعنی نبی کریم ﷺ کے اہل بیت دراصل آپ کے دین کے پیروکار ہیں خواہ وہ عجمی ہوں یا عربی، گورے ہوں یا کالے، اگر آپ کے اہل بیت صرف آپ کے خونی رشتہ دار ہی ہوتے تو ایک درود پڑھنے والا درود پڑھتے ہوئے سرکش ابولہب پر بھی رحمتوں اور برکتوں کی دُعا کر رہا ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''آل کا لفظ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ آل چونکہ وارث ہوتی ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کے وارث یا آل وہ ہوتے ہیں جو ان کے علوم کے روحانی وارث ہیں اسی واسطے کہا گیا ہے کہ كُلُّ تَقِيٍّ وَ نَقِيٍّ آلِيْ [۳] (یعنی ہر متقی اور پاکباز میری آل ہے)۔

ہاں اگر روحانی اہل بیت ہونے کے ساتھ ظاہری تعلق اور نسبت بھی ثابت ہو جائے تو یہ سونے پر سہاگہ والی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اہلِ بیت سے یہ نسبت بھی حاصل تھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

''سادات کی جڑ یہی ہے کہ وہ بنی فاطمہ سے ہوں سو اگرچہ میں علوی تو

نہیں ہوں مگر بنی فاطمہ میں سے ہوں، میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسل سادات میں سے تھیں ...... ماسوا اس کے یہ مرتبہ فضیلت جو ہمارے خاندان کو حاصل ہے صرف انسانی روایتوں تک محدود نہیں بلکہ خدا نے اپنی پاک وحی سے اس کی تصدیق کی ہے''۔[۴]

شیعہ وسنی دونوں مسلک کے نزدیک مسلم بعض احادیث میں مہدی کے بارہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ لَوْنُہٗ لَوْنٌ عَرَبِیٌّ وَجِسْمُہٗ جِسْمٌ اِسْرَائِیْلِیٌّ کہ مہدی کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا۔[۵] فارسی الاصل خاندان کا فرد ہونے کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں اسرائیلی خون کی آمیزش بھی تھی۔ جیسا کہ حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل فارس حضرت اسحاقؑ کی اولاد ہیں۔[۶] چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی میں دونوں مبارک پیوندوں سے مرکب ہوں اور احادیث اور آثار کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آنے والے مہدی آخرالزماں کی نسبت یہی لکھا ہے کہ وہ مرکب الوجود ہوگا''۔[۷]

حوالہ جات

۱۔ تفسیر مجمع البیان از علامہ طبرسی جلد۵ صفحہ ۱۶۷ مکتبہ علمیہ اسلامیہ تہران

۲۔ تفسیر الصافی از علامہ فیض کاشانی جلد اوّل صفحہ ۸۹۰ مکتبہ اسلامیہ۔ تہران

۳۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۲۶ پرانا ایڈیشن

۴۔ نزول المسیح حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۴۸ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۶

۵۔ (i) الفتاوی الحدیثیّہ صفحہ ۲۸۔ از علامہ ابن حجر ھیثمی مکتبہ محمود توفیق (طبع اولی ۱۳۵۳ھ) القطبی بمیدان الازھر مصر

(ii) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ از علامہ ابوالحسن الاربلی جلد۳ صفحہ ۲۶۹ دارالاضواء بیروت

۶۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ دائرہ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن

۷۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۲ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۱۸

۲۸

مَہدی - رسول اللہؐ کا کامل فرمانبردار

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ رَجُلًا مِنِّیْ اَوْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمُ اَبِیْ یَمْلأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا.

(ابو داؤد کتاب المهدی)

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کردے گا یہاں تک کہ وہ مجھ میں سے یا میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا اس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جیسے وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔

تشریح: یہ حدیث ابن ماجہ اور ترمذی اور مسند احمد میں بھی موجود ہے ترمذی نے اس حدیث کی وہ روایت قبول کی اور اسے صحیح قرار دیا ہے جس میں صرف اِسْمُہٗ اِسْمِیْ آیا ہے۔ اِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمُ اَبِیْ یعنی اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا، کے الفاظ موجود نہیں اسی طرح امام احمد بن حنبل نے بھی اِسْمُہٗ اِسْمِیْ (یعنی اس کا نام میرا نام) والی روایت بیان کی ہے۔[1] یہ حدیث شیعہ مسلک میں بھی مسلّم و مستند ہے۔[2] تحقیق سے ثابت ہے کہ حدیث میں اِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمُ اَبِیْ کہ اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا کے الفاظ ایک راوی زائدہ الباھلی کا اضافہ ہیں جب کہ دوسری کسی روایت میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔[3] اور زائدہ چونکہ امام بخاری، نسائی اور حاکم کے نزدیک بھی ثقہ راوی نہیں ہے۔[4] اس لئے اس کی زیادت قابل قبول نہیں۔ یہاں اس اضافہ کا تاریخی پس منظر بھی قابل ذکر ہے کہ زائدہ الباھلی تابعین کے وسطی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کا زمانہ دوسری صدی

ہجری ہے، یہ عباسی حکومت کا دور تھا جس میں محمد بن عبداللہ معروف بہ نفس زکیہ (حضرت امام حسینؑ کے پوتے) نے مہدی کا لقب اختیار کر کے عباسی خلیفہ منصور کے بالمقابل خلافت کا دعویٰ کیا۔ تو محمد کے حامیوں نے یہ حدیث ان کی تائید میں پیش کر کے مشہور کیا کہ محمد بن عبداللہ ہی وہ مہدی موعود ہیں جن کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اسی زمانہ میں باپ کے نام میں مشابہت والی حدیث کے یہ الفاظ مشہور عام ہوئے اور بڑی جماعت نے انہیں مہدی تسلیم کر کے بیعت بھی کر لی اگرچہ وہ ۱۴۵ھ میں عباسی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔[۵]

اس حدیث میں بڑی قطعیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرنگ روحانی فرزند کے ظہور کی خبر دی گئی ہے۔ وحی الٰہی کے بغیر ایسی یقینی خبر دینا ناممکن ہے پھر اس رجلِ موعود کا کام قیام عدل بیان کیا گیا ہے جو اس کے مہدی ہونے پر دلیل ہے اور اس کے روحانی اہلِ بیت ہونے کی طرف اشارہ ''رَجُلًا مِنِّیْ'' کے الفاظ میں موجود ہے کہ وہ آنے والا کامل طور پر آنحضرت ﷺ کا مطیع و فرمانبردار ہوگا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے نافرمان لوگوں کا تعلق لَیْسَ مِنَّا کہہ کر اپنے سے کاٹ دیا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے اسی طرح یہاں ''مجھ میں سے ایک شخص'' کے الفاظ میں انتہائی فرمانبرداری کے باعث اس شخص سے کمال تعلق کا اظہار ہے۔

''اس کا نام میرا نام ہوگا'' کے الفاظ میں اس آنے والے کے نام کی محض ظاہری مماثلت مقصود نہیں۔ نہ ہی یہ کسی روحانی مرتبہ کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔ بلکہ یہاں روحانی موافقت کا مضمون غالب ہے کیونکہ اسم کے معنے صفت کے بھی ہوتے ہیں جیسے وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (الاعراف:۱۸) میں اسماءِ الٰہی سے اللہ کی صفات ہی مراد ہیں چنانچہ حضرت ملّا علی قاری نے بھی اس حدیث کی تشریح میں صفاتی مماثلت مراد لیتے ہوئے لکھا ہے کہ مہدی کی صفات آنحضور ﷺ کی صفات جیسی ہوں گی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطابق لوگوں کو ہدایت دے گا۔[۶]

بعض روایات میں ''خُلُقُہٗ خُلُقِیْ'' کے الفاظ بھی انہیں معنی کی مزید تائید کر دیتے ہیں کہ آنے والے مہدی کے اخلاق میرے اخلاق جیسے ہوں گے۔[۷]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنے والے مسیح اور مہدی کے بارہ میں محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوگا اور اس کا نام میرا نام ہوگا۔ اس میں دراصل یہ اشارہ ہے کہ امام مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز ہوگا۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے علمائے اسلام نے بھی بیان فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مہدی کو رسول کریم ﷺ کا بروز کہا ہے۔[۸]

علامہ عبدالرزاق قاشانی لکھتے ہیں:

''مہدی آخری الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوگا اور معارف علوم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء اس کے تابع ہوں گے۔ کیونکہ اس کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا''۔[۹]

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کسی حدیث میں مہدی کی ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبداللہ مذکور نہیں بلکہ زیر بحث حدیث سے ہی یہ غلط نتیجہ نکالا جاتا ہے حالانکہ ماں کا تو اس حدیث میں سرے سے ذکر ہی نہیں ہے اور باپ کے نام کی مشابہت والے الفاظ محدثین کے نزدیک ثابت نہیں تاہم اگر یہ الفاظ قبول بھی کر لئے جاویں تو مہدی کے باپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد میں روحانی انوار کے لئے استعداد موجود تھی اس لحاظ سے مہدی کا باپ بھی ان سے مشابہ ہوگا۔ بالکل اسی طرح جیسے مہدی کا صفاتی نام محمد بیان کرنے میں مماثلت تامہ مراد تھی۔ باقی جہاں تک ظاہری نام کا تعلق ہے روایات میں مہدی کا نام ''احمد'' بھی آیا ہے۔ چنانچہ محدث حافظ نعیم بن حماد نے حضرت حذیفہؓ کی روایت سے مہدی کا نام ''احمد'' لکھا ہے۔[۱۰] اس کی تائید علامہ ابن حجر ھیثمی نے بھی کی ہے۔[۱۱]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل نام احمد ہی تھا۔ آپ کے خاندان میں لفظ ''غلام'' بطور مشترک سابقہ کے استعمال ہوتا تھا۔ جیسے آپ کے والد کا نام غلام مرتضیٰ بھائی کا نام غلام قادر اور آپ کا نام غلام احمد تھا۔ سو ظاہری لحاظ سے بھی یہ پیشگوئی آپ کے حق میں پوری ہوئی جس طرح باطنی لحاظ سے محمدی سیرت وصفات کا آپ سے ظہور رہوا۔

اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ میں نے جو پایا وہ کامل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور غلامی میں پایا ہے اور آپ کی پاکیزہ سیرت اس پر شاہد ناطق ہے۔ یہ سوال کہ کیا اس حدیث کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے

بطور مہدی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیا ہے اسی حدیث پر ادنیٰ سے تدبر سے حل ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ عدل وانصاف سے زمین اس طرح بھر دی جائے گی جیسے وہ پہلے ظلم وجور سے بھری تھی اور ظلم وجور سے زمین چند دن یا سال میں نہیں بلکہ تدریجاً کئی سو سال میں بھری تھی۔ پس اس عادلانہ نظام کی تکمیل بھی تدریجاً ہو گی جس کا شاندار آغاز بفضلہٖ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہو چکا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۶۷ دار الفکر العربی بیروت

۲۔ بحار الانوار جلد ۵۱ مصنفہ علامہ محمد باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

۳۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان صفحہ ۹۳۔ از علامہ حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف الکنجی مطبع النعمان النجف الاشرف ۱۹۶۲ء (متوفّی ۵٦۸ ھ)

۴۔ تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۳۰۵ عبد التواب اکیڈمی ملتان

۵۔ ملخص از تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی جلد سوم صفحہ ۵٦ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
الآداب السلطانیہ فی دولۃ الاسلامیہ صفحہ ۱۶٦ مصنفہ مؤرخ الفخری (ابن طباطبا) دار صادر بیروت ۱۹۶۰ء

٦۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۱۷۹ مکتبہ میمنیہ مصر ۱۳۰٦ھ

۷۔ کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۳ المطبعہ العربیہ حلب

۸۔ التفہیمات الالٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ اکادمیہ شاہ ولی اللہ دہلوی صدر حیدر آباد سندھ ۱۳۸۷

۹۔ شرح فصوص الحکم از علامہ شیخ عبد الرزاق قاشانی مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر طبع ثانیہ

۱۰۔ کتاب الفتن باب فی سیرۃ المہدی وعدلہ صفحہ ۹۸۔ از حافظ ابو عبداللہ نعیم بن حماد
بحوالہ عقد الدرر فی اخبار المنتظر صفحہ ۳۵۔ از علامہ یوسف بن یحیٰ مکتب عالم الفکر قاھرہ

۱۱۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ ۲۷۔ از علامہ ابن حجر ھیثمی ۳ شارع القماش قاھرہ

۲۹

مَہدی - رسُول اللہؐ کی قبر میں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ.

(لاوفاء باحوال المصطفی جلد۲صفحہ۸۱۴۔ازابن جوزی متوفّٰی ۵۹۷ھ
مطبوعہ دارالکتب العلیہ ومشکٰوۃ باب نزول عیسٰی صفحہ۴۸۰مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم تشریف لائیں گے وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور وہ ۴۵ سال رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن کئے جائیں گے پھر میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک ہی قبر سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان سے اٹھیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور آپ کی بعض ذاتی علامات و خصوصیات کا ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی یہاں بطور مثیل کے استعمال کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مثیل ابن مریم کی مسیح اوّل سے کئی مشابہتیں رکھنے کے باوجود مغائرت بھی لازم ہے مثلاً مسیح موعودؑ مجرّد نہیں رہیں گے بلکہ شادی کریں گے اور مبشر اولاد پائیں گے جو ان کا مشن اور کام جاری رکھنے والی ہوگی اور مسیح موعودؑ زمین میں ۴۵ سال ٹھہریں گے (اکثر روایات میں یہ مدت چالیس سال مذکور ہے) پھر اس دنیا میں نیک انجام کے ساتھ طبعی موت سے وفات پائیں گے (یعنی قتل نہیں ہوں گے جو کذّابوں کی سزا ہوتی ہے) اور موت کے بعد بھی ان کا انجام نہایت شاندار ہوگا

کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی روحانی قبر میں دفن ہوں گے۔

اس حدیث میں لفظ قبر توجّہ طلب ہے جس کے دو ہی معنی ممکن ہیں اوّل ظاہری قبر دوسرے روحانی قبر۔ پہلے ظاہری معنی کرنے میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان اور سوءادبی ہے اس لئے یہ مفہوم امت میں کسی نے بھی مراد نہیں لیا لہٰذا ایک ہی معنی باقی رہ گئے جو روحانی قبر کے ہیں۔ جن کا ثبوت قرآن شریف میں بھی موجود ہے کہ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ (عبس :۲۲) یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کو موت دے کر ایک روحانی قبر عطا فرماتا ہے۔ لیکن قبر کے معنی مقبرہ نہ صرف عربی لغت کے خلاف بلکہ بعید از قیاس ہیں اور افصح العرب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کرنا اپنی ذات میں بے ادبی ہے۔ نیز اس حدیث کا یہ ترجمہ ”مسیح موعود میرے مقبرہ میں دفن ہوگا“ سیاق کلام کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اگلے حصہ میں یہ ذکر ہے کہ میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر سے اٹھیں گے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کا مقام دائیں بائیں ہے جیسا کہ دنیا میں بھی وہ آپ کے مشیر اور دست و بازو تھے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حدیث کا یہ جملہ کہ عیسیٰؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن ہوں گے اسرائیلی روایات میں سے ہے۔ چنانچہ یہودی علماء سے مسلمان ہونے والے صحابی عبداللہؓ بن سلام کا بیان ہے کہ توریت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نشانی لکھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات انبیاء بنی اسرائیل کے ان مکاشفات میں سے تھی جو تعبیر طلب ہوتے ہیں اس مکاشفہ میں دراصل مسیح موعودؑ کے اس مقام قرب اور روحانی مناسبت کی طرف اشارہ ہے جو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوں گے۔ اور وہ یہ کہ موت کے بعد اس کی روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے جا ملے گی اور وہ روحانی قبر میں ایک ساتھ ہوں گے۔ یہ وہی مضمون ہے جو ایک اور حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے کہ مہدی کا نام میرا نام ہوگا یعنی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز ہوگا جیسا کہ علماء امت نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ مہدی میں سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار منعکس ہوں گے اور وہ اسم جامع محمدی کی شرح اور آپ کا عکس کامل (یعنی True Copy) ہوگا۔[2]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں:

سَـــأَدْخُـــلُ مِـنْ عِشـقِـیْ بِـرَوْضَـةِ قَبْـرِهٖ
وَمَـا تَـعْـلَـمُ هٰـذَا لِسِّـرَّیَا تَارِکَ الْھُدٰی

کہ میں اپنے عشق کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے روضہ مبارک میں داخل ہو جاؤں گا اور اے ہدایت چھوڑنے والے! تجھے یہ راز معلوم نہیں۔

اس حدیث میں جو ۴۵ سال ٹھہرنے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں دیگر مختلف مدتیں مذکور ہیں ان کی تاویل علامہ ابن حجر عسقلانی نے مہدی کی مختلف مراحل کی فتوحات سے کی ہے۔[۳] لیکن زیادہ تر ثقہ روایات میں ۴۰ سال کی مدت ہی بیان ہوئی ہے۔[۴]

۴۰ سال کی یہ مدت خواہ دعویٰ سے پہلے مراد ہو جیسا کہ بعض روایات میں اشارہ ہے کہ مہدی ۴۰ سال کا جوان ہوگا۔[۵] یا دعویٰ کے بعد دونوں صورتوں میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر یہ علامت بھی چسپاں ہوتی ہے کیونکہ قمری لحاظ سے آپ نے ۷۶ سال عمر پا کر طبعی موت سے وفات پائی۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر الہام کا آغاز ہوا تھا اور الہام کے بعد بھی اس کے لگ بھگ زمانہ آپ نے پایا۔ پس آپ ہی وہ موعود مسیح اور مہدی ہیں جن کی الٰہی نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی اور جن کی مبشر اولاد کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔

حوالہ جات

۱۔ ترمذی ابواب المناقب باب فی فضل النبی

۲۔ الخیر الکثیر صفحہ ۲۳۷، ۲۳۶۔ از حضرت شاہ ولی اللہ مترجم مولوی عابد الرحمٰن کاندھلوی ناشر قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

۳۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ ۲۸۔ از علامہ ابن حجر ھیثمی مکتبہ القرآن ۳ شارع القماش القاھرہ

۴۔ ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال

۵۔ المعجم الکبیر از علامہ طبرانی جلد ۸ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ ابوالحسن الولی احیاء التراث الاسلامی عراق

۳۰

مسیح موعود کے حج کی پیشگوئی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَمْحُوا الصَّلِیْبَ وَتُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ وَیُعْطِی الْمَالَ حَتّٰی لَا یُقْبَلَ وَیَضَعُ الْخِرَاجَ وَیَنْزِلُ الرَّوْحَاءَ فَیَحُجُّ مِنْهَا اَوْ یَعْتَمِرُ اَوْ یَجْمَعُهُمَا.

(مسند احمد جلد۲صفحہ۲۹۰دار الفکر العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عیسیٰؑ اتریں گے۔خنزیر کو قتل کریں گے۔صلیب کو مٹائیں گے۔ان کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔وہ مال دیں گے لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا۔خراج ختم کریں گے۔وہ الرَّوحاء نامی مقام پر اتریں گے اور وہاں سے حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے۔(یعنی آپ کا مقصد بعثت اور قبلۂ توجہ کعبہ کی عظمت اور اس کی حفاظت ہوگا)

تشریح: اس حدیث کے ایک راوی سفیان کی زُہری سے مروی روایات ضعیف قرار دی گئی ہیں۔[1] اور یہ روایت بھی زہری سے ہے اس کے باوجود چونکہ اس میں بیان فرمودہ اکثر علاماتِ مسیح موعود کی تائید دیگر احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے اس لئے حدیث کا یہ حصہ ردّ نہیں کیا جا سکتا، جس میں یہ ذکر ہے کہ مسیح موعود خنزیر صفت دشمنان اسلام کا قلع قمع کر دے گا اور صلیبی مذہب نصاری کا بطلان اسی طرح ثابت کر کے اسے مٹائے گا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتدریج کفر کو مٹا کر اسلام کو غالب کر کے دکھایا۔[2]

مسیح موعود علیہ السلام کی خاطر نمازیں جمع کئے جانے کی نشانی بھی اس زمانہ کے امام مسیح و مہدی کے زمانہ میں عملاً پوری ہو کر سچی ثابت ہو چکی ہے، قلمی جہاد کے اس زمانہ میں اسلام کے دفاع اور

غلبہ کی خاطر کثرت تصنیف وتالیف کی دینی مصروفیات کے باعث ۱۹۰۱ء میں قادیان میں کم وبیش چھ ماہ تک ظہر وعصر کی نمازیں جمع کی جاتی رہیں۔ ہر چند کہ طبعاً اور فطرتاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز وقت پر ادا کرنے کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ دینی خدمات کی مجبوری سے نمازیں جمع کرنے کی یہ نوبت آئی تو آپ نے واضح فرمایا کہ:

''میں اللہ تعالیٰ کی تفہیم، القاء اور الہام کے بدوں نہیں کرتا...... جہاں تک خدا تعالیٰ نے اس جمع صلوٰتین کے متعلق ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے **تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ** کی بھی ایک عظیم الشان پیشگوئی کی تھی جو اب پوری ہو رہی ہے میرا یہ بھی مذہب ہے کہ اگر کوئی امر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق تو گو علمائے ظواہر اور محدثین اس کو موضوع یا مجروح ہی ٹھہرا دیں مگر میں اس کے مقابل اور معارض کی حدیث کو موضوع کہوں گا اگر خدا تعالیٰ نے اس کی صحت مجھ ظاہر کر دی ہے۔''[۳]

لیکن حدیث کے آخری حصے میں شک کا یہ اظہار اسے بہر حال کمزور کرتا ہے کہ ابن مریم روحاء مقام پر اترے گا اور وہاں سے حج کرے گا یا عمرہ کرے گا یا حج وعمرہ دونوں کرے گا۔ اگر یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تو پیشگوئی میں شک کی بجائے قطعیّت ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ سے یہ حدیث بیان کرنے والے راوی **حنظلة** نے ان الفاظ کے الحاقی ہونے کی طرف یہ کہہ کر اشارہ کر دیا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا حضرت ابو ہریرہؓ کی ذاتی رائے ہے۔[۴]

دراصل اسرائیلی مسیح کے حج کی پیشگوئی کا ماخذ اسرائیلی روایات ہیں جن کا مقصد حیاتِ مسیح کے عقیدہ کی ترویج ہے اور اس لحاظ سے یہ خلاف قرآن وسنت ہونے کے باعث بھی قابلِ رَدّ ہیں۔ چنانچہ علّامہ ابنِ کثیر کی روایت ہے کہ یہودی قبیلہ بنوقریظہ میں سے مسلمان ہونے والے محمد بن کعبؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص جو تورات اور انجیل پڑھا کرتا تھا وہ مسلمان ہوا اور اس نے بتایا کہ توریت جو اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کی اور انجیل جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل کی اس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن مریم روحاء کے مقام کے پاس سے حج یا عمرہ کی غرض سے گزرے گا اور ان کے ساتھ اصحاب کہف بھی

ہوں گے چونکہ ابھی تک انہوں نے حج نہیں کیا لہٰذا وہ سب ابھی مرے نہیں ۔[۵]

یہ عجیب اتفاق ہے کہ زیر نظر حدیث کے منفرد راوی عیسائیوں میں سے مسلمان ہونے والے حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ جو اپنے اسرائیلی پس منظر کی بناء پر اپنی ذاتی رائے سے بعض دیگر روایات سے یہ مفہوم سمجھ کر حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیتے ہیں کہ ابن مریم حج یا عمرہ یا ان دونوں کی نیت سے روحاء کی گھاٹی سے احرام باندھے گا۔ ابوھریرۃؓ کی یہ روایت صحیح مسلم نے بھی بیان کی ہے۔[۶]

مگر یہ روایت بھی ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں کیونکہ اس کی مختلف اسناد کے راویوں میں زہری میں تدلیس، لیث میں اضطراب اور حرملہ میں غیر ثقہ ہونے کا عیب ہے۔[۷]

مزید برآں روحاء مقام مدینہ سے تیس چالیس میل کے فاصلے پر ہے اور حج کا مقررہ میقات نہیں ہے۔[۸] نہ ہی کسی مقررہ میقات کے بالمقابل ہے۔

گویا کسی طرح بھی اس حدیث کے ظاہری معنی قبول نہیں کئے جاسکتے سوائے اس کے کہ اسے کسی اسرائیلی نبی کا مکاشفہ سمجھا جائے اور اسے اسرائیلی مسیح کے روحانی حج کی پیشگوئی سے تعبیر کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پوری ہو چکی۔ جیسا کہ ایک روایت میں حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کے طواف سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔[۹] تاہم زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ پیشگوئی اسرائیلی مسیح کی بجائے امّت میں آنے والے مسیح موعود کے متعلق ہے جسے آپؐ نے دجّال کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔[۱۰] اور جس کی تعبیر علمائے امت نے یہ کی ہے کہ دجّال خانہ کعبہ کی ویرانی وتباہی کے درپے ہوگا جب کہ مسیح موعود خانہ کعبہ کے مقاصد کی حفاظت اور اس کی عظمت کے قیام کی خدمت انجام دے گا۔[۱۱] جو دراصل مسیح موعود کی بعثت کا بنیادی مقصد ہے اور یہی معنی دراصل آنے والے مسیح موعود کے حج کی پیشگوئی سے مراد ہیں۔

حوالہ جات

۱؎ تہذیب التہذیب از علامہ ابن حجر جلد۴ صفحہ ۹۶ مطبوعہ مصر

۲؎ بخاری کتاب المناقب باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ۔

۳؎ ملفوظات جلد۲ صفحہ ۴۵ نیا ایڈیشن

۴؎ مسند احمد بن حنبل جلد۲ صفحہ ۲۹۱ دار الفکر العربی بیروت

۵ تذکرۃ القرطبی جلد۲ صفحہ ۱۶۶۔ از علامہ عبدالوہاب شعرانی مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۶ مسلم کتاب الحج باب اھلال النبیؐ

۷ تہذیب التہذیب از علامہ ابن حجر جلد ۹ صفحہ ۳۹۸ و جلد ۸ صفحہ ۴۱۴ و جلد ۲ صفحہ ۲۰۲

مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

۸ اکمال الاکمال شرح مسلم جلد ۳ صفحہ ۳۹۸ مطبع سعادۃ مصر و قاموس جلد ۳ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر

۹ الفتاوی الحدیثیہ از علامہ ابن حجر ھیثمی صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۱۰ بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم

۱۱ مظاہر الحق شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۴ صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ عالمگیر پریس لاہور

۳۱

سَلامِ مصطفیٰ ﷺ بنام مہدی و مسیح

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَکَ مِنْکُمْ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فَلْیَقْرَأْہُ مِنِّی السَّلَامَ.

(مستدرک حاکم کتاب الفتن باب ذکر نفخ الصّور)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو عیسیٰ ابن مریم کو پائے وہ اسے میرا اسلام پہنچائے۔

تشریح: امام حاکم نے یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دی ہے۔[۱] شیعہ مسلک میں بھی یہ حدیث مسلم ہے۔[۲]

اس حدیث سے آخری زمانے میں آنے والے مثیل مسیح کے مقام اور اسے قبول کرنے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے جسے ان کے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا محبت بھرا سلام بھجوایا اور اپنی امت کو گویا یہ پیغام دیا کہ وہ میرا پیارا مسیح اور مہدی ہے اس کی قدر کرنا ہاں! وہی مہدی جس کی سچائی کے نشان کے طور پر چاند سورج گرہن کے آسمانی گواہوں کا ذکر کرتے ہوئے ''ہمارے مہدی'' کے الفاظ میں آپ نے اس کے ساتھ اپنی محبت اور پیار کا اظہار فرمایا۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ

اَلَا اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ

''وہ مسیح موعود میری امّت میں میرا خلیفہ ہوگا پس تم میں سے جو بھی اسے پائے میرا سلامتی کا پیغام پہنچائے''۔[۳]

سلامتی کے اس پیغام میں یہ اشارہ بھی تھا کہ ہمیشہ کی طرح دنیا اس مامور زمانہ کی مخالفت کرے گی اور لعنت و ملامت کا سلوک کرے گی مگر اپنے سچے امتیوں سے آپ نے سلامتی کے پیغام کی ہی

توقع رکھی اور انہیں اس مسیح موعود کے ماننے اور قبول کرنے کی تاکید کی کیونکہ محض سلامتی کا پیغام پہنچانے میں فضیلت تو ہے مگر یہ موجب نجات نہیں ہوسکتی اسی لئے رسول اللہؐ نے فرمایا:

فَاِذَارَأَیْتُمُوْہُ فَبَایِعُوْہُ وَلَوْحَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَإِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی)

کہ جب تم اس مہدی کو دیکھو تو اس کی بیعت کرنا خواہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔ ابن ماجہ کی ہی دوسری روایت میں رسول اللہؐ نے اس امام کی نصرت اور مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ بعض اور روایات میں اس مہدی کے حق میں آسمان سے ''خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ'' کی آواز آنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد آسمانی نشانوں کا ظہور ہے جس کے بعد مہدی کی قبولیت پھیلے گی۔ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ مسیح و مہدی کو قبول کرنا اور اس کی بیعت کر کے مدد کرنا کتنا ضروری اور لازمی ہے۔

مزید برآں سنی اور شیعہ مسلک کی احادیث متفق ہیں کہ جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔[۴] جب کہ مسیح موعود و مہدی معہود تو وہ عظیم الشان امام ہے جس کے بارہ میں احادیث میں ہے کہ اس امت میں ایک ایسا خلیفہ بھی ہوگا جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے بھی افضل ہوگا۔[۵] اور امام محمد بن سیرین تابعی نے اس آنے والے مہدی کو ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل اور نبی کے برابر قرار دیا اور بعض لوگوں کے تعجب کرنے پر کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے بھی افضل ہوگا؟ ابن سیرین نے فرمایا کہ ممکن ہے وہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہو۔[۶]

یہی وجہ ہے کہ امام مہدی کو نہ صرف سلام پہنچانے کی تاکید کی گئی بلکہ سنی و شیعہ روایات میں بالاتفاق ان کی تکذیب اور انکار کرنے والے کو کافر ٹھہرایا گیا۔[۷]

پس سعادت مند ہیں وہ لوگ جنہوں نے خدا کے اس برگزیدہ مسیح و مہدی کو سلام پہنچانے کی توفیق پائی۔ جس کی دنیا صدیوں سے منتظر تھی اور مشہور شاعر مومن کی طرح جن کی یہ تمنا تھی کہ:

زمانہ مہدئ موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلامِ پاک حضرت کا

مگر آہ صد آہ کہ جب وہ مہدی آ گیا تو اکثریت اسے پہچاننے سے محروم رہی۔

یارو مسیح وقت کہ تھی جن کی انتظار
راہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مر گئے
آئے بھی اور آ کے چلے بھی گئے وہ آہ!
ایامِ سعد ان کے بسرعت گزر گئے

(کلام محمود)

حوالہ جات

۱۔ مستدرک حاکم جلد۴ صفحہ۵۰۳ مطبع النصر الحدیثیہ ریاض
۲۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد۳ صفحہ۲۷۲۔ از علامہ ابوالحسن الاربلی دارالاضواء۔ بیروت
۳۔ المعجم الصغیر از علامہ طبرانی (۳۶۰ھ) جز اوّل صفحہ۲۵۷ دار الفکر بیروت
۴۔ (i) مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ
(ii) بحار الانوار جلد۵۱ صفحہ۱۶۰ مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان
۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱۵ صفحہ۱۸۹۔ ادارہ القرآن دار العلوم الاسلامیہ کراچی
۶۔ کتاب الفتن فی سیرۃ المہدی صفحہ۹۸۔ از حافظ ابوعبداللہ نعیم بن حماد بحوالہ عقد الدرر فی اخبار المنتظر صفحہ۱۴۹۔ از علامہ یوسف بن یحییٰ
۷۔ (i) عقد الدّرر فی اخبار المنتظر صفحہ۱۵۷۔ از علامہ یوسف بن یحی طبع اوّل ۱۹۷۹ء مکتبہ عالم الفکر قاھرہ
(ii) القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر صفحہ۵۶۔ از علامہ ابن حجر ھیثمی مکتبہ القرآن ۳ شارع قماش قاھرہ

۳۲

خلافتِ راشدہ کے متعلق پیشگوئی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: کَانَتْ بَنُوْاِسْرَآئِیلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَآءُ کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَآءُ فَیَکْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَاقَالَ فُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

(بخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اصلاح احوال کے لئے نبی آتے رہے جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کا جانشین بھی نبی ہی ہوتا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ خلفاء ہوں گے اور بعض دفعہ ایک سے زیادہ خلافت کے دعویدار ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا ایسی صورت میں ہم کیا کریں فرمایا جس کی پہلے بیعت کر چکے ہو وہ عہد بیعت نبھاؤ اور ان کے حق ادا کرو اللہ تعالیٰ ان سے ان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بارہ میں پوچھے گا۔

تشریح: امام بخاری اور مسلم نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا۔ ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے سلسلۂ خلافت کا امّتِ محمدیہ سے مشابہت کے باوجود یہ فرق بھی بیان فرمایا ہے کہ وہاں انبیاء کے جانشین بھی نبی ہوتے رہے۔ مگر میرے بعد جس خلافت کا نظام قائم ہوگا وہ خلیفے نبی نہیں کہلائیں گے تا نبوّتِ محمدیہ تشریعیہ کا امتیاز قائم رہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے معاً بعد نبی کا خطاب کسی کے لئے جائز ہوتا تو اپنی استعدادوں کے لحاظ سے عمرؓ اس لائق تھے۔ چنانچہ اسی لئے عمرؓ خلیفہ تو کہلائے مگر نبی نہیں۔ تاہم ایک لمبے انقطاع کے بعد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں ایک امتی نبی کے آنے

کی بشارت دی اور چار مرتبہ گواہی دے کر فرمایا کہ وہ آنے والا مسیح موعودؑ نبی اللہ ہوگا یعنی وہ اللہ کا نبی ہو کر آئے گا۔[۱]

اسی طرح ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صراحت بھی فرما دی کہ میرے اور اس آنے والے مسیح موعود کے درمیانی زمانے میں کوئی نبی نہیں۔[۲]

پس لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے ایک معنے یہ ہوئے کہ میرے معاً بعد کوئی نبی نہیں کیونکہ ''بعدیّت'' کا زمانہ خود نبی کریم کے فرمان کے مطابق مسیح موعودؑ کے زمانہ تک ممتدّ ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ ابوبکرؓ سب سے بہتر اور افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔[۳] گویا امتی نبی کے پیدا ہونے کا امکان آپ نے کھلا رکھا ہے اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے جب اپنے رب کے حضور امت محمدیہ کا نبی ہونے کی درخواست کی تو یہی جواب ملا کہ اس امت کا نبی امت میں سے ہی ہوگا۔[۴]

دوسرے معنی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ ہو سکتے ہیں کہ میرے بعد میرے جیسا عظیم الشان نبی کوئی نہیں ہوگا کیونکہ عربی زبان میں ''لا'' نفی کمال کے لئے بھی آتا ہے جیسے رسول اللہؐ کا فرمان ہے کہ جب کسریٰ اور قیصر ہلاک ہوں گے ان کے بعد کوئی کسریٰ و قیصر نہیں۔ اب کسریٰ اور قیصر کے بعد اور کسریٰ و قیصر تو پیدا ہوئے مگر اس شان کا کوئی کسریٰ یا قیصر پیدا نہ ہوا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حکمران تھے۔ پس اس حدیث میں ''لا'' نفی کمال کا ہے کیونکہ قرآن و حدیث یہاں لانفی جنس کے معنی مراد لینے میں روک ہیں۔ اس لئے یہ معنے نہیں کئے جا سکتے کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا بلکہ یہ معنے ہوں گے کہ میرے بعد اس شان کا کوئی تشریعی نبی پیدا نہ ہوگا جو ہوگا وہ میرا تابع، امتی، خادم اور غلام ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال
۲۔ ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال
۳۔ جامع الصغیر از علامہ سیوطی مکتبۃ الاسلامیہ سمندری لائلپور (فیصل آباد)
۴۔ خصائص الکبریٰ از علامہ سیوطی جلد ا صفحہ ۱۲۔ الناشر دار الکتاب العربی ۱۳۲۰ھ

۳۳

آخری نبی اور آخری مسجد

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ.

(مسلم کتاب الحج باب فضل الصّلٰوۃ بمسجدی مکۃ و مدینۃ)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

تشریح: یہ حدیث امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے بھی روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے مطابق جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد آخری مسجد ہے بعینہٖ اسی طرح آپ آخری نبی ہیں اور یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ مسجد نبوی ان معنی میں تو ہرگز آخری مسجد نہیں کہ اس کے بعد کوئی مسجد ہی نہ بنائی گئی ہو۔ پس جس طرح آخری مسجد کا مطلب شرف و مقام اور فضیلت و مرتبت کے لحاظ سے آخری ہونا ہے یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے ہیں ورنہ جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے۔ محض انبیاء کے آخر میں آنا اپنی ذات میں کوئی وجہ فضیلت نہیں[۱] بلکہ علامّہ حکیم ترمذی کے نزدیک تو ایسے معنی جاہل اور بے علم لوگ ہی کر سکتے ہیں۔[۲] اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی آخری ہے مگر آپ کے آخری نبی ہونے سے حقیقی مراد نبوت کا آخری مقام اور مرتبہ حاصل کرنا ہے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو آخرالانبیاء اور اپنی امّت کو آخرالامم بیان فرمایا یعنی آپ آخری شریعت والے نبی ہیں۔ نتیجۃً آپ کی امّت آخری امّت ہے اور جس طرح آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں اسی طرح آپ کی امّت بھی تمام امّتوں سے افضل اور خیرالامم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’جناب سیدنا و مولانا سید الکل و افضل الرسل خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ......ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اسی ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہے جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اَور کو حاصل ہو سکے‘‘۔ [3]

حوالہ جات

۱۔ تحذیر الناس صفحہ ۷۔ از حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی مکتبہ قاسم العلوم کراچی

۲۔ ختم الاولیاء صفحہ ۳۴۱۔ از حکیم ترمذی مطبعہ الکاثویسکیہ بیروت

۳۔ توضیح مرام صفحہ ۲۳ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۶۲

۳۴

جھوٹے مدعیانِ نبوّت کا ظہور

عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ......
وَاِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ وَاَنَا
خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

(ابو داؤد کتاب الفتن باب ذکرالفتن و دلائلها)

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا اور میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تشریح: یہ حدیث امام حاکم نے بھی بیان کی ہے اور محدّث ابن ابی شیبہ نے بھی۔ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔[1]

اس حدیث میں معین طور پر جو تیس جھوٹے نبوت کے دعویداروں کے آنے کا ذکر ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سچے مدعی نبوت کے آنے کا بھی امکان موجود ہے ورنہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد آنے والے تمام مدّعیان نبوت کو جھوٹا گردانتے۔

جہاں تک تیس کی تعداد کا تعلق ہے اس سے مراد جھوٹے مدعیان کی کثرت معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض دوسری روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی مذکور ہے۔ تاہم اس تیس کا معیّن عدد بھی مراد لیا جائے تو بھی یہ پیشگوئی زمانہ ہوا پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اگر ایسے مدعیان نبوت کو شمار کیا جائے تو ان کی تعداد تیس پوری ہو جاتی ہے اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔[2]

اس حدیث میں خاتم النّبیّین کا لفظ بھی تشریح طلب ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ لفظ خاتَم تاء کی زبر سے ہے۔ تاء کی زیر سے خاتِم نہیں کہ اس کے معنی ختم کرنے والا کئے جائیں۔ انہی معنی کی وضاحت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کے استاد، قاری ابوعبدالرحمٰن السلمی کو فرمایا تھا کہ حضرت حسن و حسین کو خاتم تاء کی زبر سے پڑھانا[3] کیونکہ خاتم کے معنی مہر کے ہیں اور نبیوں کی مہر ہونے سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء کے مصدق ہونے کا مقام ہے۔

خاتم النّبیّین کے یہی وہ معنے ہیں جس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ [4] کہ یہ تو کہو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

خاتم کے انہی معنی کی وضاحت اس حدیث سے بھی خوب ہوتی ہے کہ اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتَ يَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِيَاءِ [5] کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علی تو خاتم الاولیاء ہے۔ اہلسنت و شیعہ میں سے کوئی بھی حضرت علیؓ خاتم الاولیاء کو ان معنی میں آخری ولی قرار نہیں دیتا۔ جن کے بعد کوئی ولی امت میں پیدا نہیں ہوا بلکہ آپ کو ولایت کے اس آخری مقام پر فائز سمجھا جاتا ہے جس کی پیروی سے ولایت ملتی ہے۔ یہی معنی خاتم الانبیاء کے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا آخری مرتبہ پایا۔ اب آپ کی اطاعت کے بغیر یہ مقام قیامت تک کسی کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ ہاں کامل اطاعت کے نتیجہ میں صرف امتی یہ روحانی انعام پاسکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین ہیں۔ (النساء:۷۰)

دوسرے اس حدیث میں ''بعدی'' کا لفظ بھی وضاحت طلب ہے کیونکہ زمانی بعدیت کے علاوہ اس لفظ میں ''خلاف'' کے معنی بھی ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللهِ وَآيَاتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (جاثیہ:۷) یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کو چھوڑ کر (یا ان کے خلاف) یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھے تو اس کی یہ تعبیر فرمائی کے دو کذاب میرے بعد نکلیں گے اور وہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب ہیں۔[6] یہ دونوں کذاب تو حضور کے زمانہ میں موجود تھے پس یہاں بعد سے مخالفانہ خروج مراد ہے۔ چنانچہ حضور کی زندگی میں مُسیلمہ کذّاب نے واضح طور پر تشریعی نبوت کا

دعویٰ کیا۔شراب اور زنا کو حلال قرار دیا فریضہ نماز کو ساقط کر دیا اور قرآن مجید کے مقابل پر سورتیں بنائیں۔[۷]

پس لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہی معنی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل اور برخلاف کوئی شریعت والا نبی نہیں آ سکتا۔امّتی اور تابع نبی آ سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ طبرانی میں اس روایت کے ساتھ استثناء بھی مذکور ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔چنانچہ محققین کو ماننا پڑا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا استثناء ہو سکتا ہے اسی طرح جامع الصحاح میں محمد بن سعید نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا اَنْ یَشَاءَ اللّٰہُ کہ مَیں خاتم النبیّین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔[۸]

امّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو رسول اللہؐ کا چار مرتبہ نبی قرار دینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف امّتی نبی کے آنے کا امکان موجود ہے اور حضرت عیسیٰ اسرائیلی مسیح اس سے ہرگز مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت خاتم النبیّین اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کسی غیر قوم کے صاحب شریعت نبی کے آنے میں روک ہیں۔وہ لوگ جو حضرت عیسیٰؑ کو قرآن کے برخلاف زندہ خیال کر کے نبی مان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لے کر آتے ہیں وہ بالفاظ دیگر انہیں آخری نبی اور ''خاتم النبیّین'' قرار دیتے ہیں۔العیاذ باللہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ''اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیّین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں ...... بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے ......نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرتِ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرّسول کی۔پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظِلّی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوتِ محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا

غیرت کی جگہ نہیں‘‘ ۔[۹]

حوالہ جات

۱۔ فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۸ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۲۔ اکمال الاکمال شرح مسلم از علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ جز ۷ صفحہ ۲۵۸ مطبع سعادۃ مصر و فتح المجید شرح کتاب التوحید صفحہ ۲۷۵۔ از شیخ عبد الرحمٰن بن حسن متوفی (۱۲۵۸ھ) مطبع السنہ المحمدیہ قاہرہ
۳۔ الدّر المنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ دار المعرفہ للطباعہ والنشر بیروت
۴۔ الدّر المنثور از علامہ سیوطی جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ دار المعرفہ للطباعہ والنشر بیروت
۵۔ مناقب آل ابی طالب از علامہ ابو جعفر محمد بن علی شہر آشوب (متوفی ۵۵۸ھ) جلد ۳ صفحہ ۲۶۱ مطبع علمیہ قُمّ ایران
۶۔ بخاری کتاب المغازی باب قصۃ الاسود العنسی
۷۔ حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان بھوپال صفحہ ۳۲۴ ترجمہ از فارسی مطبع شاہجہانی بھوپال
۸۔ تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر بن علی ھندی ۱۹۸۶ ادارہ طباعہ منیریہ دمشق
۹۔ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸

۳۵

قصرِ نبوّت کی آخری اینٹ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ.

(بخاری کتاب المناقب باب خاتم النّبیّین)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال یوں ہے جیسے ایک شخص نے گھر بنایا اور اسے خوب حسین و جمیل کیا مگر ایک کونہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ لوگ اس محل کے گرد چکر لگاتے اور اس کی خوبصورتی دیکھ کر متعجب ہوتے تھے اور کہتے یہ ایک (کونے کی) اینٹ رکھ کر اس محل کو مکمل کیوں نہ کر دیا گیا۔ یہ مثال بیان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیینؐ ہوں۔

تشریح: یہ حدیث جس کی صحت امام بخاری و مسلم نے تسلیم کی ہے ترمذی نسائی وغیرہ میں بھی مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ یہاں وہ مفصل روایت لی گئی ہے جو آپ اپنے مضمون کی تشریح کر رہی ہے کہ اس عمارت سے مراد دراصل شریعت کی عمارت تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے مکمل ہوئی۔ رسالت کے مکمل ہونے سے بھی تکمیل شریعت مراد ہے۔ حضرت علاّمہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اگرچہ ہر نبی کی شریعت اس کی اپنی نسبت (زمانہ و ضرورت) کے لحاظ سے کامل تھی مگر یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ شریعت محمدیہ گزشتہ شرائع کی

نسبت زیادہ کامل اور مکمل ہے‘‘۔[1]

پس اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ نبوت و شریعت مکمل فرمایا۔

یہاں خاتم کے مجازی معنے آخری بھی کئے جائیں تو بھی النّبیّین پر جو ’’ال‘‘ تخصیص کے لئے آیا ہے اس سے مراد شریعت والے نبی ہیں۔ پس خاتم النّبیّین کے معنی ہوں گے آخری صاحب شریعت نبی۔ جن کے بعد نہ کوئی نئی شریعت یا نئی کتاب آئے گی نہ نئے احکام آئیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلاواسطہ متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں‘‘۔[2]

حوالہ جات

۱؎ فتح الباری از علامہ ابن حجر جلد ۶ صفحہ ۵۵۹ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۲؎ ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۳

۳۶

اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ: اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا وَلَوْعَاشَ لَعُتِقَتْ اَخْوَالُہُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتَرَقَّ قِبْطِیٌّ.

(ابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوة علی ابنِ رسول اللہ علیه وسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور فرمایا جنت میں اس کو دودھ پلانے والی مہیا کی جائے گی اور اگر یہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا اور ان کے ننھیال جو مصر کے قبطی ہیں آزاد کئے جاتے اور کوئی بھی قبطی غلام نہ رہتا (یعنی کفر کی غلامی سے رہائی پاتے۔)

تشریح: یہ روایت مسند احمد بن حنبل میں دوسری سند سے حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے اور اس کے سب راوی عبدالرحمان بن مہدی، سفیان بن سعید اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی ثقہ ہیں۔[1]

آیت خاتم النبییّن ۵ ہجری میں نازل ہوئی اور ۸ ہجری میں ابراہیم پیدا ہوئے اگر نبی کریم ﷺ آیت خاتم النبییّن سے یہ معنی سمجھتے کہ آئندہ ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے تو اپنے بیٹے ابراہیم کے بارہ میں یہ فرماتے کہ بے شک اس میں نبوت کی استعدادیں موجود تھیں لیکن چونکہ آیت خاتم النبییّن نازل ہو چکی اس لئے اگر وہ زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہوتا۔ مگر آپ تو اس کے برعکس یہ فرما رہے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔[2]

پس خاتم النبییّن کے وہی معنی کرنے پڑیں گے جو مشہور حنفی عالم ملا علی قاری نے فرمائے ہیں کہ

ابراہیم زندہ رہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور امتی نبی ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول آیت خاتم النبیّین کے ہرگز منافی نہیں کیونکہ خاتم النبیّین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔[۳]

یہی بات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دیوبند نے لکھی ہے کہ:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔[۴]

حوالہ جات

۱۔ تہذیب التہذیب از علامہ ابن حجر عسقلانی جلد۲ صفحہ ۲۵۱ جلد۴ صفحہ ۱۰۰ جلد۱ صفحہ ۲۷۳ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

۲۔ الفتاویٰ الحدیثیہ از علامہ ابن حجر ہیثمی صفحہ ۱۲۵ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۳۔ موضوعات کبیر مترجم صفحہ ۳۲۲۔ از حضرت ملاّ علی قاری حنفی مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

۴۔ تحذیر الناس صفحہ ۴۶۔ از مولانا محمد قاسم نانوتوی مکتبہ قاسم العلوم کراچی

٣٧

اُمّتِ محمدیہ میں سلسلۂ وحی والہام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ. قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ.

(بخاری کتاب التعبیر باب المبشرات. ترمذی ابواب الرّؤیا)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا۔ رویائے صالحہ (یعنی نیک خوابیں بھی مبشرات میں سے ہیں۔)

تشریح: یہ حدیث ابوداؤد، مسند احمد اور ابن ماجہ میں بھی مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں استقامت اختیار کرنے والے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان پر فرشتے نازل ہوں گے جو انہیں بشارتیں دیں گے۔ (حٰمٓ السجدہ :٢١) یہ بشاراتِ الٰہیہ کبھی رؤیا و کشوف کے ذریعہ ہوتی ہیں اور کبھی وحی والہام کے ذریعہ (الشوریٰ:٥٢) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ رسالت و نبوت منقطع ہوگئی پس میرے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں تو صحابہؓ کو رسالت و نبوت کے منقطع ہونے کی خبر سے وحی والہام کا سلسلہ بند ہوجانے کی تشویش ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی کہ صرف تشریعی سلسلہ نبوت بند ہوا ہے مبشرات کا سلسلہ جاری ہے جو نبوت کا ہی ایک حصہ ہے۔[١] تبھی تو خدا کے نبیوں کو بنیادی طور پر مبشر اور بشیر کہا گیا جن کو حسبِ حالات وضرورت انذار بھی کرنا پڑتا ہے۔ پس اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو دوسری روایت سے بھی ظاہر ہے کہ نبوت میں سے اب صرف مبشّرات والی نبوت باقی ہے گویا شریعت والی نبوّت ختم ہوگئی۔ اب کوئی نبی یا رسول قرآن کے علاوہ کسی

دوسری شریعت کے ساتھ نہیں آئے گا مگر تبشیر وانذار کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود کا دعویٰ بھی امتی نبی ہونے کا ہے تشریعی نبوت کا نہیں۔ حضرت علامہ ابن عربی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ وہ نبوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے منقطع ہوئی وہ تشریعی نبوت ہے اور میرے بعد کوئی رسول نہیں سے مراد یہ ہے کہ ایسا کوئی نبی نہیں جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ جب بھی ہوگا میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔[۲]

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ سے ہمیں معلوم ہوگیا کہ جو نبوت و رسالت منقطع ہوگئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے۔[۳]

علاّمہ توربشتی، علاّمہ جلال الدین سیوطی، علاّمہ عبدالوہاب شعرانی، علاّمہ سندھی نے بھی اسی مضمون کی احادیث کے یہی معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا اور تابع شریعت محمدیہ امّتی نبی کے آنے میں حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ روک نہیں۔ اس حدیث کی تشریح میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نبوت میں سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا یعنی انواع نبوت میں سے صرف ایک نوع مبشرات کی باقی ہے جو رؤیائے صادقہ، مکاشفات صحیحہ اور اس وحی سے تعلق رکھتی ہے جو خاص اولیاء پر نازل ہوتی ہے...... ایک صاحب بصیرت ناقد کے لئے غور کا مقام ہے کہ کیا اس حدیث سے نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند سمجھا جا سکتا ہے بلکہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ نبوت تامّہ جو وحی شریعت ساتھ رکھتی تھی منقطع ہوگئی لیکن وہ نبوت جس میں صرف ”مبشرات“ ہیں وہ قیامت تک باقی ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگی“۔[۴]

نیز فرمایا:-

> ”ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ اب اسی شریعت کی خدمت بذریعہ الہامات، مکالمات، مخاطبات اور بذریعہ

پیشگوئیوں کے کرنے کا ہمارا دعویٰ ہے‘‘۔[۵]

حوالہ جات

۱۔ ترمذی ابواب الرؤیا باب ذھب النبوۃ وبقیت المبشرات

۲۔ فتوحات مکیہ جلد۲ صفحہ۳ دارصادر بیروت

۳۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ۳۱۹ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۳ء

۴۔ توضیح مرام صفحہ۱۹ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۶۰، ۶۱ (عربی عبارت سے ترجمہ)

۵۔ ملفوظات جلد۵ صفحہ۴۶۸ نیا ایڈیشن

۳۸

واقعہ معراج کا لطیف کشف

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ یَقُوْلُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِؐ مِنْ مَسْجِدِ الْکَعْبَةِ اِنَّہٗ جَائَہٗ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ یُّوْحٰی اِلَیْہِ وَھُوَ نَائِمٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ...... حَتّٰی جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَھٰی ...... فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ فِیْمَا یُوْحِی اللّٰہُ خَمْسِیْنَ صَلٰوةً عَلٰی اُمَّتِکَ کُلَّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ ...... فَاسْتَیْقَظَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.

(بخاری کتاب التوحید باب و کلّم اللہ موسیٰ تکلیما)

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے اسراء ہوا آپ کے پاس تین آدمی آئے اور یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ خانہ کعبہ میں سو رہے تھے (اس کے بعد فرشتوں کے آپ کو سات آسمانوں پر لے جانے کا ذکر ہے) یہاں تک کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی جس میں (پہلے) پچاس نمازیں روزانہ آپ کی امت پر فرض کی گئیں۔ (اس کے بعد حضرت موسیٰؑ کے توجہ دلانے پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمازیں معاف کرانے کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دس گنا کہ حساب سے ان کا ثواب پچاس کے برابر ہوگا) پھر حضورؐ کی آنکھ کھل گئی اور آپ اس وقت خانہ کعبہ میں ہی تھے۔

تشریح: امام بخاریؒ نے یہ حدیث اپنی صحیح میں درج کر کے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔

اس حدیث میں نزول وحی سے قبل ایک واقعہ اسراء (سیر الی اللہ) کا ذکر ہے جب کہ اہل سیر واقعہ اسراء ومعراج کا زمانہ ۱۱ نبوی بیان کرتے ہیں۔ علماءِ امّت نے اس کا ایک حل یہ پیش کیا کہ ممکن ہے یہ واقعہ ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء ومعراج کے روحانی

کشفی نظارے کئی دفعہ کرائے گئے۔ جن میں سے یہ پہلا واقعہ تھا تاہم جن علماء نے اسراء ومعراج کو ایک ہی واقعہ سمجھا ہے ان کے نزدیک اس روایت میں وحی ہونے سے قبل کے الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ یہ واقعہ معراج کے بارہ میں وحی قرآنی نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

معراج نبوی کے بارہ میں امت میں شروع سے ہی دو خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ اسے جسمانی قرار دیتا آیا ہے تو دوسرا روحانی۔ اس حدیث میں ایک نہایت اہم اور قابل توجہ بات خانہ کعبہ میں حضورؐ کے سوئے ہونے کا بیان اور دوسرے یہ ذکر ہے کہ ''فَاسْتَيْقَظَ'' کہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسراء یا معراج کا واقعہ خواہ ایک دفعہ ہوا ہو یا متعدد مرتبہ یہ ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے روحانی اور نہایت لطیف مکاشفات تھے۔ اسی لئے تو دیگر تفصیلی احادیث میں حضرت جبریلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مکاشفات کی تعبیریں بھی بیان فرمائی ہیں جن کے عالم بیداری میں نظر آنے والے واقعات کی تعبیر نہیں کی جاتی۔ قرآن شریف میں سورہ اسراء میں بھی واقعہ اسراء کو ایک ''رؤیا'' قرار دیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل:۶۱)

دوسری جگہ واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظارے دیکھے ان کو آپ کی رؤیت قلبی قرار دیا گیا ہے۔ (النجم:۱۳) گویا جسمانی آنکھوں سے وہ نظارے آپ نے ملاحظہ نہیں فرمائے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی بیان ہے کہ معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کا جسم اپنی جگہ سے غائب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو سیر کروائی۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ بھی اسراء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیائے صادقہ قرار دیتے ہیں۔[۱]

علامہ ابنِ قیم، حضرت داتا گنج بخش ہجویری نے بھی معراج کو ایک روحانی نظارہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس روحانی سفر سے انبیاء کی روحوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی ملاقات ہوئی۔ جیسا کہ اسی کتاب کے پہلے عنوان میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سیرت ابن ھشام جلد اصفحہ ۳۹۹،۴۰۰ مؤسسۃ علوم القرآن مصر

۳۹

انبیاء کی اجتہادی رائے میں تبدیلی

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُرَاہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُمِنْ مَکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَ ھَلِیْ اِلٰی اَنَّھَا اَلْیَمَامَۃُ اَوِ الْھَجَرُفَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ ...... الخ

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے باغات ہیں۔ میرا خیال اس طرف گیا کہ شاید وہ یمامہ یا ہجر کا علاقہ ہوگا مگر اس کی تعبیر یثرب کے شہر کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

تشریح: بخاری اور مُسلم اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں نسائی اور ابنِ ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

انبیاء کے رؤیا اور کشوف وحی کا درجہ رکھتے ہیں لیکن کئی الٰہی حکمتوں کے پیش نظر بعض دفعہ ان کی تعبیر خود صاحب رؤیا و کشف پر بھی پوری طرح واضح نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ رؤیا پوری ہو کر خود اپنے معنی کھول دیتی ہے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر یہی ہؤا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں اپنے صحابہؓ کے ساتھ امن کے ساتھ اپنے آپ کو طواف کرتے دیکھا تو عمرے کا قصد فرمایا مگر اس سال آپ عمرہ نہ فرما سکے اور کفار سے آئندہ سال عمرہ کرنے پر مصالحت ہوئی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ جیسے عظیم صحابی کو بھی ابتلاء آ گیا اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ کا وعدہ سچا نہیں پھر کیوں ہم یہ ذلّت قبول کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے مگر یہ وعدہ تو نہیں تھا کہ اسی سال عمرہ کریں گے۔[۱]

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ازواج مطہرات کو اپنی آخری بیماری میں خبر دی کہ جس بیوی کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں وہ مجھے سب سے پہلے آ ملے گی۔ اُمّہات المؤمنینؓ نے اس کے ظاہری معنی خیال کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے اور وہ سمجھیں کہ حضرت سودہؓ جن کے سب سے لمبے ہاتھ ہین وہی سب سے پہلے وفات پا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تردید نہ فرمائی اور نہ ہی ازواج کو اس سے روکا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بعد میں حضرت زینبؓ اُمّ المساکین سب سے پہلے فوت ہوئیں تو ہمیں پتہ چلا کہ لمبے ہاتھوں کی تعبیر صدقہ سے تھی کہ حضرت زینبؓ اُمّ المساکین صدقہ بہت کیا کرتی تھیں۔[2]

مذکورہ بالا حدیث میں بھی یہی مضمون بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالہجرت رؤیا میں دیکھا تو اسے یمامہ یا ھجر سمجھے مگر بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مدینہ ہے۔ پس رؤیا کی تعبیر کا بعض دفعہ خود انبیاء پر ظاہر نہ ہونا کوئی قابل اعتراض بات نہیں بلکہ مخفی الٰہی حکمتوں کے مطابق یہ بھی خدا کا ایک انعام اور احسان ہی ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک حد تک پردہ غیب اٹھاتا ہے باقی حالات آنے والے وقت پر خود ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ’’اجتہادی غلطی سب نبیوں سے ہوا کرتی ہے اور اس میں سب ہمارے شریک ہیں اور یہ ضرور ہے کہ ایسا ہوتا تا کہ بشر خدا نہ ہو جائے ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ سمجھا تھا کہ ہجرت یمامہ کی طرف ہو گی مگر ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف ہوئی اور انگوروں کے متعلق آپ نے یہ سمجھا تھا کہ ابوجہل کے واسطے ہیں بعد میں معلوم ہوا کہ عکرمہ کے واسطے ہیں۔ انبیاء کے علم میں بھی تدریجاً ترقی ہوتی ہے اسی واسطے قرآن شریف میں آیا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا‘‘[3] یعنی اے نبی یہ دعا کر کہ میرے ربّ میرا علم بڑھاتا چلا جا۔

حوالہ جات

۱؎ بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد المصالحہ

۲؎ بخاری کتاب الزکوۃ باب ای الصدقۃ افضل وصدقۃ، مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضل زینبؓ

۳؎ ملفوظات جلد دوم پرانا ایڈیشن صفحہ ۲۲۴

۴۰

انبیاء کی بشریّت

حَدَّثَنِیْ رَافِعُ بْنُ خَدِیْجٍ قَالَ: قَدِمَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَ ھُمْ یَأْبِرُوْنَ النَّخْلَ یَقُوْلُوْنَ یُلَقِّحُوْنَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا کُنَّا نَصْنَعُہٗ قَالَ ''لَعَلَّکُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوْا کَانَ خَیْرًا'' فَتَرَکُوْہُ فَنَفَضَتْ اَوْ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَکَرُوْا ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْا بِہٖ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِنْ رَأْیٍ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ.

(مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ما قبل شرعاً ...... الخ)

ترجمہ: رافعؓ بن خدیج نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ کھجور کی جفتی (کا عمل) کرر ہے تھے، (یعنی نر کے ذرات مادہ پر بکھیر رہے تھے۔) آپ نے فرمایا تم یہ کیا کر رہے ہو، انہوں نے کہا یہی ہمارا دستور ہے آپؐ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ اس پر ان لوگوں نے یہ عمل ترک کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کھجور کا پھل کم اترا۔ راوی کہتا ہے کہ صحابہؓ نے اس بات کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں جب میں تمہیں تمہارے دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اسے اختیار کرو اور جب اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو میری رائے ایک عام انسان جیسی ہی سمجھو۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اپنی دنیا کے معاملات تم بہتر جانتے ہو۔

تشریح: امام مسلم کے علاوہ علامہ سیوطی نے بھی یہ حدیث صحیح قرار دی ہے۔[1]

خدا تعالیٰ کے نبیوں میں جو کمال درجہ کی سچائی اور انکسار پایا جاتا ہے اس کا نمونہ اس حدیث سے

عیاں ہے۔ بے شک ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار تھے۔ سیّد الاولین والاخرین تھے مگر ہمیشہ لافخر کا نعرہ زبان پر رہا اور صاحب فضیلت ہو کر بھی کمال انکساری دکھائی۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان نزاع کے وقت یہی تعلیم فرماتے رہے کہ مجھے موسیٰؑ پر فضیلت مت دو۔ اپنے صحابہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میری تعریف میں حد سے مت بڑھو۔ الغرض کبھی آپؐ نے بشریّت کا دامن نہیں چھوڑا۔ بے شک آپؐ خدا کا نور بن کر اترے تھے مگر بشریت کا جامہ بھی نہیں اتارا۔ پس آپؐ نورانی بشر تھے۔ آپؐ نے کبھی عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اگر کبھی کسی نے علم غیب آپؐ کی طرف منسوب کیا تو اسے منع کر دیا۔ [۲]

جس قدر علم خدا نے آپ کو عطا فرمایا اس کا اظہار فرما دیتے۔ حسب ارشاد خداوندی مزید علم کے اضافہ کی دعائیں کرتے رہتے۔ (طٰہٰ: ۱۱۵)

بھول چوک آپ سے بھی ہو جاتی تھی اگر کبھی ظہر و عصر کی رکعات چار کی بجائے دو یا پانچ پڑھا دیں تو اپنی بشریت کا اقرار کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں اور فرماتے کہ میرا بھولنا بھی ایک سنت ہے۔ [۳] جس میں یہ حکمت تھی کہ تا بعد میں نماز وغیرہ میں بھولنے والوں کو لوگ برداشت کر لیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ نبی جن روحانی امور اور مقاصد کے لئے مامور ہوتا ہے ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے علم لدُنّی عطا کیا جاتا ہے۔ دنیوی علوم اس کے لئے ضروری نہیں ہوتے تاہم کسی سے دنیوی علم سیکھنا اس کے لئے منع نہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورے کا بھی حکم ہوا مگر آخری فیصلہ کے مجاز آپ ہی ٹھہرائے گئے کیونکہ نبی کو جو روشنی اور نور بصیرت عطا کیا جاتا ہے دنیا والے اس سے محروم ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں:

> ''وحی میں غلطی نہیں ہوتی پھر اگر اجتہاد کو بھی غلطی سے مبرّا خیال کرتے ہیں تو وہ اجتہاد کیوں نام رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ کو کھجوروں کے درختوں کے متعلق کچھ ہدایات دیں۔ پھر جب نتیجہ وہ نہ نکلا تو آپؐ نے فرمایا کہ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ (یعنی اپنی دنیا کے معاملات تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ ترجمہ از ناقل) تو کیا اس سے آپ کی نبوت

میں کوئی فرق آ گیا ہے؟‘‘[۴]

حوالہ جات

۱؎ جامع الصغیر از علامہ سیوطی صفحہ ۱۰۷ مکتبہ اسلامیہ سمندری لائلپور ۱۳۹۴ھ

۲؎ ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح

۳؎ ترمذی باب ماجاء فی سجدتی السہو

۴؎ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۸۹ نیا ایڈیشن